قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ على الناس على مكث ونزلناہ تنزيلا

چوں آیت مصوّدال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی بر اعانہ ناظرین

حاضر باشد یا بادی * و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جمیع

مقاصد و مبادی * پس اتباعا للنص الشریف صحیفۂ شہریہ کہ مسمّٰی ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۱۰	بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ	جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی * بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی * باہتمام محمد عثمان خاں عامی * دفتر اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی ہر ماہ بذریعہ ڈاک وی پی میگردد

بنا التقسیم العام ماخوذ من الحدیث اقعض بینا بکتاب اللہ و قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت صفر المظفر ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مد ظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائیٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائے گا اور دو آنے خرچ رجسٹری اضافہ کرکے بجائے کا وی۔ پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی۔ پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے ان کی خدمت میں کل پرچے شروع جلد جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر ہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرمادیں۔ مگر اس کی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک ؂

الراقم
محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ رمضان شریف کے روزوں کے بعد (فضیلت میں) سب سے افضل روزے تو محرم کے مہینے کے ہوتے ہیں اور فرض نماز کے بعد (نفلی نمازوں میں) سب سے افضل تہجد کی نماز ہی یہ حدیث مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کی ہے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابتدا میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو (آپکی قدمبوسی کے شوق میں) سب ہی آدمی آپکی طرف دوڑے اور ان ہی میں میں بھی تھا جسوقت (میری نگاہ آپکے نورانی چہرہ پر پڑی اور) میں نے اس منور چہرہ میں غور و تامل کیا اور اچھی طرح دیکھا تو فوراً ہی میرے دل نے یہ گواہی دی کہ اسقدر منور چہرہ جھوٹے آدمی کا کبھی نہیں ہوسکتا پھر سب سے پہلی بات جو میں نے آپ سے سُنی تو وہ یہ تھی کہ اے لوگو (آپس میں) سلام کی کثرت (سے کرنیکی عادت) کرو (غریبوں کو) کھانے کھلاؤ صلہ رحمی کیا کرو اور رات کو نمازیں پڑھا کرو جب لوگ سوتے ہوں (ایسا کرنے پر) سلامتی کے ساتھ جنت میں پہنچ جاؤ گے یہ حدیث ترمذی نے روایت کرکے کہاہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابن ماجہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے روایت کرکے اسے شرط شیخین پر صحیح کہاہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ بہشت میں ایسے اعلےٰ درجہ کے نفیس بالاخانے اور کمرے ہیں (کہ شفاف ہونیکے باعث) انکا اندر کا حصہ باہر سے دکھلائی دیتاہے اور باہر کا اندر سے ابومالک اشعری نے پوچھا حضور یہ کن لوگوں کے لئے تیار ہوئے ہیں فرمایا جو کلام تو ترس سے کریں غریبوں کو کھانے کھلائیں اور لوگونکو سوتا چھوڑکر (راتوںکو) نمازیں پڑھیں یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) کبیر میں حسن سند سے روایت کی ہے اور حاکم نے روایت کرکے شرط شیخین پر صحیح کہاہے۔

ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بہشت میں نہایت نفیس نفیس کمرے ہیں کہ انکا اندر باہر سے دکھلائی دیتا اور

باہر اندر سے یہ کمرے اللہ میاں نے ایسے لوگون کے لئے بنائے ہیں جو (غریبوں کو) کھانے کھلائیں سلام پھیلائیں اور راتوں کو نماز پڑہیں جسوقت لوگ سوتے ہوں یہ حدیث ابن حبان نے اپنی (کتاب) صحیح میں روایت کی ہے اور ابن عباس کی یہ حدیث نماز جماعت سے پڑہنے کے بیان میں گذر چکی ہے جسکا یہ مضمون ہے یہ امور ترقی درجات کے بھی باعث ہیں یعنی سلام پھیلانا کھانے کھلانا اور لوگون کے سونے کے وقت (یعنی تہجد کی) نماز پڑھنا اس حدیث کو ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہین میں نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ جسوقت میں آپکو دیکھتا ہون تو میرا دل باغ باغ ہوجاتا ہے اور میری آنکھون میں ٹھنڈک پڑجاتی ہے اب آپ مجھے ہر چیز کی اصلیت بتلا دیجئے فرمایا کہ ہر چیز پانی سے بنائی گئی ہے میں نے کہا کوئی ایسی بات اور بتلا دیجئے کہ جب میں اسے کرون تو جنت میں پہونچ جاؤں فرمایا (غریبون کو) کھانا کھلایا کرو سلام کرنے کی اشاعت کیا کرو صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو ایسے وقت نماز پڑہو کہ جب لوگ سوتے ہوں بس سلامتی کے ساتھ جنت میں پہنچ جاؤ گے یہ حدیث امام احمد نے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور یہ الفاظ مذکورہ انہیں کے ہیں اور حاکم نے بھی روایت کرکے اسکو صحیح کہا ہے

۲۶۶

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جنت میں ایک بڑا شاندار درخت ہے اسپر پردے پڑے ہوئے ہیں اور اسکے نیچے نہایت بیش قیمت گھوڑے سُنہری زین کسے ہوئے سونے و یاقوت کے (جڑاؤ) لگام دئے ہوئے کھڑے ہیں نہ وہ لید کرتے ہیں نہ پیشاب انکے بازو بھی ہیں آدمی کی انتہا نگاہ پر ان کا پاؤں پڑتا ہے ان گھوڑون پر جنتی لوگ سوار ہون گے اور یہ جہاں چاہیں گے وہ گھوڑے ان کو فوراً اڑا کر لیجا مینگے پھر ان سے نیچے کے درجہ کے لوگ (انکا اسقدر اعزاز واکرام دیکھکر درگاہ الہٰی میں) عرض کرینگے کہ الہ العالمین انکا اتنا اعزاز کیون ہوا (اور ہمیں یہ بات کیون نہ نصیب ہوئی) ان کو جواب ملے گا کہ یہ نمازیں پڑھا کرتے تھے اور تم (اسوقت) سویا کرتے تھے یہ روزے رکھتے تھے اور تم گل چھرّے

اُڑایا کرتے تھے یہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرتے اور تم بخیلی کیا کرتے تھے یہ جہادوں میں لڑا کرتے اور تم بُزدل بنے رہتے تھے (لہذا ان کاموں کا ان کو بدلہ ملا ہے) یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے۔

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن سب آدمی ایک بڑے صاف میدان میں جمع کئے جائینگے پھر ایک منادی آواز لگائیگا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو راتوں کو نمازیں پڑہا کرتے تھے چنانچہ اس آواز پر تہجد گذار لوگ کہڑے ہوجائینگے ہوں گے ایسے لوگ کم ہی اور بلا حساب انکو جنت میں بہیجدیا جائے گا اور باقیوں کو حساب کے لئے چلنے کا حکم ہوجائے گا یہ حدیث بیہقی نے روایت کی ہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں اسقدر کہڑے رہتے تھے کہ آپکے دونوں پیر سوج گئے تھے کسی صحابی نے آپ سے کہا کہ حضور آپکی تو اگلی پچھلی سب ہی لغزشیں اللہ میاں نے معاف فرمادی ہیں (پھر آپ اسقدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ نبوں۔ یہ حدیث بخاری مسلم اور نسائی نے روایت کی ہے۔ مسلم۔ نسائی اور ترمذی کی ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر تہجد پڑہا کرتے تھے کہ آپکے دونوں پیر سوجھگئے تھے یا دونوں پنڈلیاں تب آپ سے کسی نے یہ بات کہی تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گذار بندہ نہ نبوں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں اس قدر کہڑے رہا کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پیر ورم کر آتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ اتنی محنت کرتے ہیں حالانکہ آپ کی بابت اللہ میاں کی طرف سے یہ حکم آچکا ہے کہ اس نے آپکی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کردی ہیں فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ نبوں۔ یہ حدیث ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (کتاب) میں روایت کی ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو

۲۶۷

تہجد کی نماز میں اسقدر کھڑے رہا کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پیر پھٹ گئے تھے میں نے ہی عرض کیا کہ حضور اتنی محنت کیوں کرتے ہیں باوجودیکہ اللہ میاں نے آپکی اگلی پچھلی لغزشیں سب ہی معاف کر دی ہیں فرمایا کیا میں یہ نہ چاہوں کہ میں شکر گذار بندہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث بخاری مسلم نے روایت کی ہے۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا تھا کہ داؤد علیہ السلام کی طرح نماز پڑھنی اللہ میان کو (نفلی نمازون مین) سب نمازون سے زیادہ محبوب ہے اور (نفلی) روزے بھی داؤد علیہ السلام کے طرز پر رکھنے اللہ کو سب روزون سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں (نماز میں تو آپ کا طرز یہ تھا کہ) آپ نصف اول شب میں سوتے رہا کرتے اور اسکے بعد ایک تہائی رات میں نماز (تہجد) پڑھا کرتے پھر (اخیر کے) چھٹے حصہ رات میں اور سو لیا کرتے تھے اور (روزہ رکھنے میں یہ عادت تھی کہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ یہ حدیث بخاری مسلم ابوداود اور نسائی نے روایت کی ہے اور ترمذی نے اس پوری حدیث میں سے صرف روزے کا ذکر کیا ہے۔

۲۹۸

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ ہر شب مین ایک ایسی ساعت قبولیت کی ہوتی ہے کہ مسلمان آدمی اپنے آخرت یا دنیا کسی قسم کے بھی فائدے کی دُعا اللہ میاں سے اگر اس ساعت میں کرے تو وہ فائدہ اس کو عطا ہو ہی جاتا ہے یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز پڑھنے کو تو تم اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ یہ تم سے پہلے کے بزرگوں کا طریقہ ہے اور خدا کے ہاں مقرب بنا دینے والا اور ہوئے وے گناہوں کو مٹانے والا آیندہ گناہ کرنے سے روکنے والا ہے یہ حدیث ترمذی نے اپنی جامع ترمذی کے کتاب الدعوات میں روایت کی ہے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے (اپنی کتاب میں) روایت کی ہے حاکم نے

اس حدیث کو بخاری کی شرط پر صحیح بھی کہا ہے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز پڑھنے کو تم اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ یہ تم سے پہلے کے نیکبخت لوگوں کا طریقہ ہے پھر تمہیں تمہارے اللہ کے ہاں مقرب بنا دینے والا۔ ہوے گناہوں کو مٹانے والا آیندہ گناہ کرنے سے روکنے والا اور بدن سے بیماری کو دور کرنے والا ہے یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالے ایسے آدمی پر بہت مہربان ہوتے ہیں کہ تہجد کے وقت اُٹھا آپ نماز پڑہی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اگر اس نے اٹھنے سے انکار کیا تو اسکے منہ پر پانی کا چھینٹا دیدیا (تاکہ وہ اٹھ جائے) اور ایسی عورت پر بھی اللہ میاں بہت مہربان ہوتے ہیں کہ تہجد کے وقت اٹھی آپ نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا اگر اس نے جاگنے سے انکار کیا تو اس نے بھی اسکے مُنہ پر پانی ڈالدیا (تاکہ وہ اُٹھ جائے) یہ حدیث ابو داؤد نے روایت کی ہے یہ مذکورہ لفظ ابو داؤد ہی کے ہیں۔ نسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اپنی اپنی (کتاب) صحیح میں روایت کی ہے اور مسلم کی شرط پر اسکو صحیح بھی کہا ہے۔

۲۶۹

طبرانی نے اپنی (کتاب) کبیر میں ابو مالک اشعری سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو بھی آدمی ایسا کرے کہ تہجد کے وقت آپ اٹھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اگر اسپر نیند کا غلبہ ہو تو اسکے منہ پر پانی چھڑک دے پھر دونوں اپنے گھر ہی میں نماز پڑھیں اور کچھ دیر ذکر الٰہی کرتے رہیں تو ایسے دونوں آدمیوں کی مغفرت ضروری ہو جاتی ہے۔

ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے دونوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب ایک آدمی نے رات کو (تہجد کے وقت) اپنی بیوی کو جگایا پھر دونوں نے نماز پڑہی یا یہ فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھیں تو یہ دونوں (یعنی) مرد ذاکرین میں اور عورت ذاکرات میں لکھدیے جاتے ہیں یہ حدیث ابو داؤد نے روایت کی ہے اور

حاکم نے بخاری مسلم کی شرط پر اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز کو دن کی (نفلی) نماز پر ایسی فضیلت ہے کہ جیسے علانیہ (نفلی) صدقہ دینے پر پوشیدہ طور سے دینے کو ہے یہ حدیث طبرانی نے حسن سند کے ساتھ کبیر میں روایت کی ہے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ ہم رات کو تہجد کی تھوڑی بہت نفلیں ضرور پڑھ لیا کریں اور وتر انکے بعد پڑھا کریں یہ حدیث طبرانی اور بزار نے روایت کی ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا (اجر و ثواب کے اعتبار سے) دس ہزار نمازوں کے برابر ہوجاتا ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے اور (میدان کارزار میں پہرہ کے موقع پر نماز پڑہنا دو لاکھ نمازون کے برابر اور ان سب سے بڑھکر وہ دو رکعتیں ہوجاتی ہیں کہ جو محض خوشنودی خدا کی غرض سے آدمی تہجد کے وقت پڑھ لے۔ یہ حدیث ابو الشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب مین روایت کی ہے۔

ایاس بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ کچھ نہ کچھ نماز تہجد کے وقت ضرور پڑہنی چاہیے اگرچہ ردا دوہی سی ہو اور عشا کی نماز کے بعد جو نماز پڑہی جائیگی وہ تہجد کی نماز میں شمار ہوگی۔ یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے اسکے راوی سوائے ایک محمد اسحٰق کے اور سب ثقہ معتبر ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑہنے کا حکم دیا تھا اور بہت کچھ ترغیب دیکر یہانتک فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز اپنے اُوپر لازم کر لو چاہے ایک ہی رکعت سہی۔ یہ حدیث طبرانی نے (اپنی دونون کتابوں) کبیر اور اوسط میں روایت کی ہے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام

۲۷۰

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ اے محمدؐ آپ جتنا چاہیں زندہ رہ لیں آخر مرنا ضرور ہے اور آپ جو چاہیں عمل کریں بدلہ ملنا ضروری ہے اور جس سے چاہیں محبت کرلیں آخر مفارقت ہونی لابدی ہے اور یہ یقین رکھئے کہ مسلمان کی شرافت و اعزاز کا باعث تہجد کی نماز ہے اور اسکی عزت لوگوں سے کسی قسم کی اُمید نہ رکھنے میں ہے یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں روایت کی اور اسکی اسناد حسن ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت میں سب سے زیادہ قابل اعزاز حافظ قرآن اور تہجد گذار ہیں یہ حدیث ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے روایت کی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جو کوئی تہجد پڑھے تو قرآت بالجہر کیا کرے کیونکہ اسکی نماز کے ساتھ فرشتے بھی نماز پڑھتے اور اسکی قرآت سنتے ہیں اور مسلمان جن جو آسمان و زمین کے بیچ میں رہتے ہیں اور اسکے آس پاس والے جنات اپنے اپنے مقامات پر برابر اسکی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے اور اسکے قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنتے ہیں اور اسکے اس پڑھنے کی وجہ سے اسکے گھر سے اور اسکے آس پاس کے گھروں سے فساق جنوں اور سرکش شیطانوں کو نکالدیا جاتا ہے اور جس مکان مین قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو اسپر ایک نورانی خیمہ تان دیا جاتا ہے جس سے آسمان والے اس طرح راستہ معلوم کرتے ہیں کہ جس طرح دریاؤں کی گہرائی میں اور زمین کے چٹیل بیابانوں میں کسی بڑے روشن ستارے سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے اور جب یہ قرآن پڑھنے والا مرجاتا ہے تو یہ خیمہ بھی اُٹھا لیا جاتا ہے اسوقت فرشتے آسمان سے اس خیمہ کو دیکھتے ہیں جب وہ اس نور کو نہیں دیکھتے تو وہ فرشتے اسکی روح کے ساتھ ہو لیتے ہیں اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک برابر اسکے ساتھ جاتے ہیں اور اسکی روح کیلئے برابر دعاء و استغفار کرتے رہتے ہیں پھر اور فرشتے جو دنیا میں اسکے محافظ رہا کرتے تھے وہ بھی اسکی تعظیم کے لئے آتے ہیں اور یہ سب فرشتے ملکر روز قیامت تک اسکے لئے دُعاء و استغفار کرتے رہتے ہیں اور جب ایک آدمی قرآن شریف یاد کر لیتا ہے خواہ وہ کوئی ہوا ور

۲۷۱

پھر رات کو کچھ دیر تہجد بھی پڑھتا ہے تو یہ گذرنے والی رات آیندہ رات کو وصیت کرتی ہے کہ دیکھ (اس بندہ کے تہجد کے) فلان وقت کا ضرور خیال رکھنا اور تو اسپر ہلکی ہی رہنا پھر جب آدمی مرجاتا ہے تو گھر والے تو اسکے ابھی اسکی تجہیز وتکفین کی تیاری ہی میں ہوتے ہیں کہ نہایت حسین خوبصورت شکل مین قرآن شریف آجاتا اور اسکے سرہانے کھڑا ہوجاتا ہے حتیٰ کہ جب یہ کفنا دیا جاتا ہے تو قرآن کفن کے اندر اسکے سینہ سے جالگتا ہے جب یہ بندہ قبر میں کہدیا جاتا ہے اور مٹی دیدی جاتی ہے اور دفن کرنے والے سب چلے آتے ہیں تو منکر نکیر (دونون فرشتے) اسکے پاس آجاتے ہیں اسکو قبر ہی میں بٹھالیتے ہیں تو جب ہی قرآن آتا ہے اور وہ اس میت اور ان فرشتون کے بیچ مین حائل ہوجاتا ہے فرشتے قرآن سے کہتے ہیں کہ ذرا تو ہٹ جا تاکہ ہم اس سے کچھ دریافت کرلیں وہ کہتا ہے کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ یہ شخص میرا ہمدم میرا محبوب ہے ایسی حالت میں کبھی میں اسکا ساتھ نہیں چھوڑونگا تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے تم پورا کرلو باقی مجھے میری جگہ رہنے دو میں اس سے کسی حالت میں علیحدہ ہو ہی نہیں سکتا جبتک کہ اسے جنت مین داخل نہ کرادون پھر قرآن اپنے اسی دوست کی طرف دیکھتا اور (اسکے اطمینان کے لئے) کہتا ہے کہ میں وہی قرآن ہون کہ تو مجھے بلند آواز سے بھی پڑھتا تھا اور آہستہ بھی تو مجھ سے محبت رکھا کرتا تھا اب مجھے تجھ سے محبت ہے اور جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ محبت کرتا ہے اب ان منکر ونکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی فکر ذکر یا رنج وغم نہیں پیش آئے گا (قرآن کا ہر طرح اسکا اطمینان کرنیکے بعد) اب اس سے منکر ونکیر سوالات کرتے ہیں اور کرتے ہی وہ آسمان کو چڑھ جاتے ہیں اور یہ میت اور قرآن رہجاتے ہیں قرآن کہتا ہے میں تیرے لئے قالین کا فرش کئے دیتا ہوں اور نہایت عمدہ خوبصورت بیش قیمت کپڑا تجھے اڑھائے دیتا ہون کیونکہ تو (دنیا میں) راتوں جاگتا اور دنوں (عبادت مین) محنت کرتا تھا یہ کہکر قرآن چشم زدن سے بھی پہلے آسمان میں چلا جاتا ہے اور اللہ میاں سے اس سامان عیش کی (اس بندہ کے لئے) درخواست کرتا ہے اللہ میاں یہ سب کچھ اسکو فوراً عطا کر دیتے ہیں اور چھٹے آسمان کے ایک لاکھ مقرب فرشتے اس سامان کو لیکر زمین پر اُترتے ہیں اور قرآن بھی آجاتا اور اپنے اس دوست کو اُٹھا کر اس سے پوچھتا ہے

۲۷۲

باقی آیندہ

یہ موقع بہت اچھا ہے یہ شخص بہت بڑھ گیا ہے اسکو اپنے جیسا مفلس بنانا چاہیئے۔
چنانچہ دو چار آدمیوں نے اتفاق کرکے ان کو یہ رائے دی کہ اس شادی میں طائفہ کو
ضرور بلانا چاہیئے اور کہا کہ میاں کیا روز روز یہ موقع آتا ہے چنانچہ طائفہ کو بلایا گیا
نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ کما کر جمع کیا تھا سب کھو کر بیٹھ رہے برادری نے جب دیکھا کہ یہ
بھی ہماری طرح کنگال ہو گیا تو بہت خوش ہوئے واقعی آجکل لوگوں کی وہ حالت ہے
کہ کسیکو اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتے۔ کسی کیڑے سے کسی نے پوچھا تھا کہ تیری کیا
آرزو ہے اس نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ یہ سب لوگ کیڑے ہو جائیں تاکہ میں
بھی ان کو دیکھکر ہنسوں۔ اور اتفاق سے کسی نے ایسا سامان کر بھی لیا کہ اس میں
کوئی عیب نہ نکل سکا تو کہتے ہیں کہ میاں اگر کیا تو کیا بڑی بات ہوئی جنکے پاس ہوا کرتا ہے
وہ کیا ہی کرتے ہیں تبلایئے کہ جب برادری بھی خوش نہ ہوئی اور خرچ بھی کیا تو کیا
فائدہ ہوا۔ تو صاحبو کیا اس ساری کارروائی کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کھلا دینا ہے
پلا دینا ہے کیا یہ فضول خرچی اور دکھلاوہ نہیں ہے کیا یہ سارے کام فخر اور نام کرنے
کے لئے نہیں ہیں اور کیا فخر کرنا گناہ نہیں ضرور گناہ ہے۔ بلکہ اسکا گناہ ہونا تو
قرآن سے ثابت ہے حدیث سے ثابت ہے دیکھئے حدیث میں ہے کہ جو شخص شہرۃ
کا کپڑا پہنے گا خدا تعالےٰ قیامت میں اسکو ذلت کا کپڑا پہنا دینگے غور کیجئے کہ کپڑے
میں خرچ ہی کیا ہوتا ہے جب اسمیں بھی اتنی سخت دھمکی ہے تو جن فضول باتوں میں زیادہ
خرچ ہوتا ہے ان میں تو اس سے بھی زیادہ خفگی ہوگی۔ اور اسیطرح کے اور بہت سے
گناہ ہیں جو سرسری سمجھے جاتے ہیں غرض ہمارے اندر گناہوں کی اسقدر کثرت ہے
کہ اگر ان پر خیال کریں تو معلوم ہو کہ ہم ہر وقت گناہ میں پھنسے رہتے ہیں تو ہم کو توبہ کی
بھی ہر وقت ضرورت ہے اور توبہ کرنا ہر وقت ہم پر واجب ہے اسلئے اسکا بیان کرنا
بھی اسوقت ضروری ہوا۔ لیکن اس بیان میں صرف توبہ کے واجب ہونے کے بیان
پر بس نہیں کیا جائے گا بلکہ جو باتیں توبہ کرنے سے روکتی ہیں انکے دفع کرنے کی
تدبیریں بھی تبلائی جائینگی کیونکہ اگر ان باتوں کا دفعیہ نہ تبلایا جائے تو طبیعت پر گرانی

اورنا اُمیدی ہوتی ہے۔ اسلئے ضرور ہوا کہ جو باتیں توبہ سے روکتی ہیں ان کا بیان کیا جاوے اور ان کے دفع کرنے کی تدبیرین بھی تبلائی جاویں۔ پس اسکے لئے مختصر بیان تو کافی نہیں ہو سکتا اور زیادہ تفصیل کرنے کا وقت نہیں اس لئے توبہ سے روکنے والی چیزوں کے ساتھ ان گناہون کا بھی بیان کرتا ہون جو اکثر ہوتے رہتے ہیں تاکہ ان سے پرہیز کیا جاوے اور چونکہ یہ گناہ اکثر ہوتے رہتے ہیں اسلئے جب یہ گناہ چھوٹ جائینگے تو گویا سب ہی سے بچ گئے دوسرے یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی ایک گناہ کو چھوڑتا ہے تو آہستہ آہستہ سب گناہ اس سے چھوٹ جاتے ہیں کیونکہ ایک گناہ کے چھوڑنے سے دوسرے گناہ چھوڑنے میں مدد ملتی ہے اور اُسکا چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔ تو گویا اب دو باتیں بیان کرنا رہگئیں۔ ایک تو یہ کہ گناہوں کے نام تبلا دئے جائیں دوسرے توبہ کرنے سے روکنے والی چیزوں کا بیان اور ان کے ساتھ ہی ان کے دفعیہ کی تدبیریں تو سُنئے توبہ سے روکنے والے اسباب یہ ہیں جنکو میں انکے علاج سمیت بیان کرتا ہون (اور ممکن ہے کہ انکے علاوہ اور بھی اسباب توبہ سے روکنے والے ہوں) پہلا سبب تو یہ ہے کہ ہم کو پوری طرح یہی نہیں معلوم کہ کون کون سی باتیں گناہ ہیں۔ تو جب انہیں گناہ ہی نہ سمجھے تو پھر توبہ کیونکر ہو گی کیونکہ توبہ تو جب ہوتی ہے جبکہ اسے گناہ سمجھو افسوس ہے کہ ہم لوگون کو علم سے اسقدر ناواقفی ہو گئی ہے کہ اگر کوئی مولوی ہمارے کامون کا گناہ ہونا بیان کرتا ہے تو سُنکر تعجب ہوتا ہے علم سے ناواقف ہونے کے متعلق ایک حکایت یاد آگئی ایک معتبر شخص سے معلوم ہوا کہ ایک شخص انگریزی کے بڑے فاضل تھے انھیں سفر میں پانی نہ ملا تو نماز کے وقت آپ نے تیمم کیا اور مٹی لیکر اس سے کلی بھی کی ملاحظہ کیجئے کہ ناواقفی کس حد تک پہونچ گئی ہے عورتون کی یہ حالت ہے کہ اگر دس بیس عورتوں کو جمع کر کے انکی نمازیں سُنی جائیں تو شاید ایک کی بھی نماز صحیح نہ نکلے اور اگر انسے کہا جاتا ہے کہ مردون سے سیکھ کر نماز صحیح کر لو تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہم کو تو شرم آتی ہے لیکن انہیں شرم والیوں سے اگر ان کا خاوند کہے کہ میں تم کو ایک ہزار کا زیور بنا دونگا بشرطیکہ تم نماز صحیح کر لو تو دیکھیں اسوقت انکی شرم کہان جاتی ہے خاص کر اگر کسی بوڑھی

۱۰ توبہ سے روکنے والا پہلا سبب یہ ہے کہ لوگوں کو دین کا علم نہیں

ایک انگریزی دان فاضل کی حکایت

عورتوں کی دین سے ناواقفی

عورت سے کہا جاتا ہے تو وہ تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتی اور کہتی ہیکہ اب بوڑھے طوطے کیا پڑھینگے
لیکن اگر انہیں بوڑھے طوطوں کو کوئی دنیا کا لالچ ہو تو دیکھئے کیسی زبان کھلتی ہے۔ افسوس
ہے کہ عورتوں کو تو ثواب عذاب کا مردوں سے زیادہ خیال ہوتا ہے کہ وہ عذاب سے زیادہ
ڈرتی ہیں اور ثواب سے انکو زیادہ رغبت ہوتی ہے مگر پھر بھی وہ اس طرف توجہ نہیں کرتیں
ہاں اگر کسی نے قرآن شریف صحیح کرنے میں محنت و مشقت کی اور پھر بھی حروف درست
نہ ہوئے تو وہ معذور ہے پھر اس سے جس طرح بھی ادا ہو سکے جائز ہے لیکن محنت
کئے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ غرض کوشش کرنا چاہیئے کہ نماز صحیح ہو جائے اسیطرح نماز
تنگ وقت میں پڑھنا بھی عام عادت ہو گئی ہے خاص کر عورتیں کام کاج مین اسقدر دیر
کر دیتی ہیں کہ مکروہ وقت میں نماز پڑھتی ہیں۔ لیکن اسکو ذرا بھی برا نہیں سمجھا جاتا اسیطرح
جلدی جلدی نماز پڑھنا بھی عادت میں داخل ہے کہ گویا ایک بیگار ہے جسطرح بنے
اس سے جان چھڑاؤ۔ اس میں بعض اوقات ایسی صورتیں پیش آجاتی ہیں کہ نماز بالکل ہی
نہیں ہوتی کہ پڑھی بھی اور ثواب بھی نہ ملا بلکہ الٹا گناہ ہوا عورتوں سے تعجب ہے کہ وہ
ان باتوں کی طرف ذرا خیال اور توجہ نہیں کرتیں اسیطرح بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ انکے
گناہ ہونے کی خبر بھی نہیں۔ سو اسکا علاج یہی ہے کہ علم دین پوری طرح حاصل کیا جائے
اور کچھہ بھی نہ ہو تو کم سے کم بہشتی زیور کے دسوں حصہ ہی پڑھ لیں پھر جو کچھ پڑھا ہے عورتوں کو
پڑھادیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ان کتابوں کو صرف دیکھہ لینا کافی ہوگا۔ عورتیں تو بھولی بھالی ہوتی
ہیں اکثر مسئلے مرد بھی خود دیکھکر اچھی طرح نہیں سمجھہ سکتے۔ جبتک کہ مولویوں سے اسے نہ
سمجھیں پھر عورتیں خود کتاب دیکھکر کیسے سمجھہ سکتی ہیں اور یہ بات علم دین ہی کے ساتھ خاص نہیں
ہر علم کی یہی کیفیت ہے مثلاً دیکھئے کسی شخص نے آجتک ایسی جرأت نہیں کی کہ طب کی کتابیں
دیکھکر اپنا یا اپنی بیوی بچوں کا علاج کر لیا ہو اور منضج اور مسہل کے نسخے تجویز کر لئے ہوں بلکہ ہر
مرض میں یہی کہتے ہیں کہ کسی حکیم کا علاج کرو۔ پس جب دوسرے علموں میں صرف کتابیں
دیکھہ لینے کو کافی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسکی ضرورت سمجھی جاتی ہے کہ ایسے شخص سے حاصل کیا
جائے جو اس علم میں استاد ہے تو دین کے علم میں اپنے دیکھہ لینے کو کافی کیوں سمجھا جاتا ہے

۱۱ بیان علاج

اسپر ایک حکایت یاد آئی ایک شخص مدت سے مجھ سے خط و کتابت رکھتے تھے لیکن جب ان کا خط آتا تھا کسی نہ کسی دُنیاوی غرض کے لئے آتا تھا۔ میں نے ان کو لکھا کہ تم جب لکھتے ہو دُنیا ہی کی باتیں لکھتے ہو کیا تم کو دین کی باتوں میں کبھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ جواب لکھتے ہیں کہ میرے پاس بہشتی زیور موجود ہے مجکو جو دین کی ضرورت پیش آتی ہے اس میں دیکھہ لیتا ہوں گویا انکے نزدیک سارا دین بہشتی زیور ہی کے اندر آگیا یا انکو سوائے بہشتی زیور کے مسئلوں کے اور کسی مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اس میں شک نہیں کہ بہشتی زیور میں ایک بڑی مقدار مسئلوں کی موجود ہے لیکن پھر بھی استقدر نہیں کہ اسکے بعد ضرورت دریافت ہی کی نہ ہو دوسرے یہ ممکن نہیں کہ اسکے سارے مسئلے صرف دیکھنے سے ہی حل ہوجائیں اور کسی مسئلہ میں شبہ ہی پیدا نہ ہو غرض ضرورت اسکی ہے کہ اول بہشتی زیور کو کسی مولوی سے سبقاً سبقاً پڑھا جائے اسکے بعد عورتوں کو پڑھایا جائے اور اگر ایسا نہ کرسکیں تو اول خود کتابیں دیکھیں اور جس مقام پر شبہ ہو وہاں نشان بنا دیں اور جب کبھی مولویوں سے ملاقات ہو اسکو سمجھہ لیں یا کسی مولوی کے پاس لکھہ بھیجیں کہ وہ اسکا مطلب لکھکر بھیجدیں۔ اگر ایک مدت تک اس طریقہ سے کتابیں دیکھیں تو اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ بہت کم غلطی ہوگی دوسرے ایک دفعہ دیکھنے پر بس نہ کریں بلکہ دین کی کتابیں روزانہ دیکھا کریں جیسے کھانا پینا روزانہ ہوتا ہے کیونکہ جب جسم کی خوراک کی ضرورت روزانہ ہوتی ہے تو کیا روح کی خوراک کی روزانہ ضرورت نہیں ہے۔ بیشک ضرورت ہے اور میں تجربہ کی بات بتلا ہوں کہ ایک دفعہ کا دیکھا ہوا بہت کم یاد رہتا ہے بلکہ اکثر ذہن سے نکلجاتا ہے۔ پس اگر کسی نے ایک دفعہ دیکھکر کتاب کو اٹھا کر طاق میں رکھدیا تو اسکو دیکھنے سے کیا نفع ہوا غرض کھاتے پینے کی طرح روزانہ اسکا بھی سلسلہ رکھو اگرچہ تھوڑی ہی مقدار میں ہو جب دیکھتے دیکھتے کتاب ختم ہوجائے پھر دوبارہ شروع سے دیکھنا شروع کردو۔ پس اس طرح کتاب بالکل حفظ ہوجائے گی لیکن پھر بھی بعض صورتیں تم کو ایسی پیش آئینگی کہ انکا حکم اس کتاب میں نہ ملیگا ایسی صورتوں کو کسی سے دریافت کرلو اور ساری عمر اسی شغل میں رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اپنی دنیا کا حرج کرو۔ بلکہ تم کو دُنیا کے کاموں سے جو وقت بچے اسوقت میں کچھ دین کا

کام بھی کر لو اب یہ تم خود دیکھ لو کہ دنیا کے کاموں میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے اور فضول گپ شپ میں غیبت شکایت میں کتنا وقت جاتا ہے پس اسی زائد وقت میں سے کچھ تھوڑا سا دین کے کام میں بھی صرف کر دو۔ اگرچہ مناسب تو یہ ہے کہ یہ زائد وقت سارا دین ہی کے کام میں صرف ہوتا اور زائد وقت کو میں نے دین کے لئے اسواسطے کہا کہ آجکل اکثر لوگ خدا کے لئے وہی چیز خرچ کرتے ہیں جو اپنے سے بیکار ہو جاتے مثلاً کپڑا جبتک کام کا رہے تو اپنے لئے اور جب بالکل بیکار ہو جائے کہ پیوند بھی اس میں نہ لگ سکے اسوقت وہ خدا کے لئے دیا جاتا ہے مجھے اسکے مناسب ایک حکایت یاد آئی ایک بزرگ کہتے تھے کہ ایک عورت نے کھیر پکائی اور اسکو ایک رکابی میں لگایا اتفاق سے اس میں کتے نے منہ ڈالدیا اور کچھ اس سے کھا بھی گیا اس عورت نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جا اسکو مؤذن[عہ] کو دے آ چنانچہ وہ دے گیا اس بچارے غریب کو خدا جانے کتنے وقت کے بعد کھانے کو ملا تھا اسلئے فوراً کھانا شروع کر دیا۔ مشہور ہے کہ یہ لوگ حریص ہوتے ہیں۔ صاحبو کیوں نہ ہوں ان بچاروں کا رزق تو آپ کے ذریعہ سے ہے اور آپ انکو غمی کے سوائے کسی وقت پوچھتے ہی نہیں اگر ہمیشہ ان کا خیال رکھو تو وہ کیوں حریص ہوں واقعی ان لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دعائیں کرتے ہیں کہ کوئی مرے تو ہماری پوچھ ہو ہمارے وطن کے نزدیک ایک قصبہ ہے وہاں ایک شخص کا انتقال ہوا اس کے وارثوں نے کفن کا چادرہ ایک غریب آدمی کو دیدیا تو وہاں کا تکیہ دار کہتا ہے کہ صاحب یہ تو ہمارا حق ہے یہ آپ نے دوسرے کو کیوں دیدیا انھوں نے کہا بھائی تم کو تو ہمیشہ ملتا ہے آج دوسرے کو سہی تو وہ کہتا ہے واہ صاحب خدا خدا کرکے تو یہ دن آتا ہے اس میں بھی آپ نے ہمارا حق دوسرے کو دیدیا غرض کہ اس مؤذن نے وہ کھیر کھانا شروع کر دی اور ادھر ہی سے ہاتھ مارا جدھر سے کتے کا کھایا ہوا تھا لڑکے نے کہا ملاجی ادھر سے مت کھاؤ کتے کا کھایا ہوا ہے یہ سنکر ملا نے رکابی کو اٹھا کر پھینکدیا وہ ٹوٹ گئی رکابی کے ٹوٹنے سے لڑکے نے رونا شروع کیا اس نے کہا کمبخت ایک تو مجھے

عہ جو مسجد میں اذان کہا کرتا ہے۔

کتے کی جھوٹی کھیر کہلادی پھر روتا ہے کہنے لگا میں اسلئے روتا ہوں کہ یہ رکابی میرے بھائی کے پاخانہ اٹھانے کی تھی تونے وہ توڑ ڈالی مجھے ڈر ہے کہ میری ماں مجھے مارے گی۔ یہ حکایت صحیح ہو یا غلط لیکن ان لوگوں کے ساتھ ہمارا جو برتاؤ ہے وہ اس سے کچھ کم نہیں تو جیسے ہم لوگ ہر چیز بیکار خدا کے لئے مقرر کرتے ہیں اسیطرح وقت بھی تھوڑا سا نکمے ہی وقت میں سے نکالکر خدا کے کام میں صرف کر لینا چاہیئے۔ اور صاحبو یہ نہ سمجھو کہ اسطرح ہم فاضل تو بن ہی نہ سکیں گے۔ پھر اسوقت کے صرف کرنیسے کیا فائدہ۔ دیکھو جو چیز پوری نہیں حاصل ہوتی وہ بالکل چھوڑ بھی نہیں دیجاتی اگرچہ تم پورے عالم نہ ہو جاؤ گے لیکن جو کچھ علم ہو جائیگا وہ کیا کم ہے بڑا فائدہ اس میں یہ ہے کہ جب چار باتیں آپ کو معلوم ہونگی تو ان کی وجہ سے اپنے نوکروں چاکروں وغیرہ کو ہر بات سے روکتے ٹوکتے رہو گے۔ اس روکنے سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آپکے ساتھ بہت سونکی حالت درست ہو جائے گی کیونکہ جب انسان ایک بات کو دس دفعہ سنے گا تو ضرور ہے کہ اسپر اثر ہوگا دوسرے جب بڑے آدمی کو کوئی بات معلوم ہوتی ہے تو اس سے اپنے گھر والوں کے سوا اور بھی بہت سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے کیونکہ وہ جس طرح اپنے چھوٹوں کو کہہ سکتا ہے بڑوں کو بھی کہہ سکتا ہے اور غریب ادنیٰ درجہ کا آدمی اگر کہے گا بھی تو صرف اپنے چھوٹے یا اپنے برابر کے لوگوں کو کہے گا اسکی اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ بڑے لوگوں کو کچھ کہے اسیطرح ایک یہ انتظام کیا جائے کہ عوام الناس کے لئے ایک وقت مقرر کیا جائے اگرچہ دن میں ایک ہی گھنٹہ ہو بلکہ خواہ ہفتہ میں ایک ہی گھنٹہ ہو کہ اس وقت میں سب کو ایک جگہ جمع کر کے احکام سنائے جائیں اور اگر سننے والوں کی زیادہ کثرت ہو تو ایک ایک سکھانیوالے کو چالیس چالیس پچاس پچاس آدمی دیدئے جائیں یا یہ کیا جائے کہ ایک محلے کے لئے ایک آدمی مقرر کیا جائے دوسرے محلے کے لئے دوسرا آدمی اور اگر اتنے آدمی نہ مل سکیں تو ایک ہی آدمی نمبروار ہر محلے میں جایا کرے اور جسقدر لوگ جمع ہو جائیں ان کو احکام سنا دیا کرے لیکن احکام کتاب میں دیکھ دیکھ کر سنائیں اسطرح سے اگر ایک سال بھی سلسلہ رہے تو تمام مسلمان دین کے عالم ہو جائیں غرض ضرورت

۱۴

عوام کی تعلیم کا طریقہ

اسکی ہے کہ تعلیم دین کی بالکل عام ہو اور جبتک تعلیم عام نہ ہو گی احکام کی خبر ہی نہ ہو گی تو پھر توبہ کیونکر ہو گی ۔ دوسرا سبب توبہ سے محروم ہونے کا یہ ہے کہ بعض لوگ گناہ کا گناہ ہونا تو جانتے ہیں لیکن اسکو کوئی بڑی چیز نہیں سمجھتے بلکہ ایک ہلکی سی بات سمجھتے ہیں اور علامت اسکی یہ ہے کہ کبھی گناہ کرکے ان لوگوں کا جی برا نہیں ہوتا اور توبہ بھی نہیں کرتے ۔ دیکھئے اگر ایسے شخص کو جو کبھی شراب نہ پیتا ہو دھوکے میں کوئی شراب پلا دے تو اسکے دل پر کتنا صدمہ ہو گا ۔ لیکن جن گناہوں کی عادت ہو گئی ہے اور عادت کی وجہ سے ان کو معمولی سمجھ لیا ہے ۔ جیسے غیبت وغیرہ ان گناہوں کے کرنے سے ذرا بھی جی برا نہیں ہوتا اور گناہ کو ہلکا سمجھنے کا ایک سبب یہ ہے کہ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اس گناہ کے کرنے سے ہم کو کیا سزا ملے گی اور کتنا عذاب ہو گا ۔ اسکا علاج یہ ہے کہ جن حدیثوں میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے اور نیک کاموں کی رغبت دلائی گئی اور برے کاموں سے ڈرایا گیا ہو ایسی حدیثوں کو ایک جگہ جمع کرکے انکا ترجمہ کر دیا جاوے اور ایسے لوگ انکو دیکھتے رہا کریں اور بہشتی زیور میں میں نے سو؎ حدیثوں کا ترجمہ کر دیا ہے اسکا دیکھنا بھی بہت مفید ہے اس سے معلوم ہو گا کہ فلاں گناہ میں یہ عذاب ہو گا اس لئے اس گناہ سے بچنا چاہیئے ۔ دوسرا سبب گناہ کے ہلکا سمجھنے کا یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے ہماری عادت ہو گئی ہے اس لئے اس سے ذرا بھی طبیعت میلی نہیں ہوتی بلکہ اسکی طرف خیال بھی نہیں جاتا کہ ہم نے فلاں گناہ کیا ہے ۔ چنانچہ بعض وقت اگر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو تعجب سے کہا جاتا ہے کہ خدا جانے ہم نے کیا گناہ کیا تھا جسکی سزا میں یہ مصیبت ہم پر نازل کی گئی ۔ میں اس تعجب پر تعجب کرتا ہوں صاحبو کیا کوئی وقت ہمارا گناہ سے خالی بھی ہے ہرگز نہیں ۔ پھر یہ کہنا کس وجہ سے ہے کہ جانے کونسا گناہ ہو گیا ہو بلکہ انصاف اور عقل کی رو سے تو یوں چاہیئے تھا کہ اگر کسیوقت ہم پر خدا تعالے کا کوئی انعام ہو تو تعجب کریں کہ ہم گنہگاروں سے کیا بھلائی بن پڑی ہو گی جسپر یہ انعام ہوا ہے ۔ خلاصہ یہ کہ عادت ایسی بری چیز ہے کہ اسکی بدولت گناہ کا گناہ ہونا بھی ذہن سے نکل جاتا ہے ۔ اسکا علاج یہ ہے کہ گناہ کی عادت چھوڑی جائے اور اپنے اوپر زبردستی

؎ بعد میں ایک ضمیمہ ہر حصہ کے بعد لگا دیا گیا ہے جس میں ہر مضمون کے متعلق بہت سی احادیث کا ترجمہ بڑھا دیا گیا ہے ۔ ۱۲ ظ

کرکے گناہ کو چھوڑا جائے۔ دیکھئے ایک غیبت ہی کا گناہ ہے کہ اس میں لوگ عام طور پر مبتلا ہیں اسکے چھوٹ جانے کا طریقہ یہ ہو کہ ہمت کرکے ایک ہفتہ تک زبان کو غیبت کرنے سے اور کان کو غیبت سننے سے بند رکھا جائے جب ایک ہفتہ اسطرح گذر جائیگا تو انشاء اللہ تعالےٰ دیکھوگے کہ غیبت کرنا تو کیا غیبت سننا بھی گوارا نہ ہوگا بلکہ ایسا معلوم ہوگا جیسا کسی نے ایک پہاڑ تم پر رکھدیا ہے۔ ایک سبب توبہ نہ کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کو بہت ہی بڑی چیز سمجھ لیتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اتنے بڑے گناہ کے مقابلہ میں توبہ سے کیا کام نکل سکے گا اسیطرح بعض کو یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ ہمارے گناہ اسقدر زیادہ ہیں کہ انکی معافی ممکن ہی نہیں اگرچہ ہم کتنی ہی توبہ کریں ان دونوں غلطیوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ خدا تعالےٰ کی معافی کو بندوں کی معافی کی طرح سمجھتے ہیں کہ جیسے دنیا میں عادت ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا بہت بڑا جرم کرے یا کوئی شخص معمولی ہی باتوں میں ہمیشہ نافرمانی اور مخالفت کرے تو ان دونوں کے قصور کو معاف نہیں کیا جاتا اسیطرح خدا تعالےٰ کی معافی کو سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل بیہودہ خیال ہے بھلا کہاں اللہ پاک کہاں عاجز بندہ۔ بندہ تو محتاج ہے اسے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی بھی ضرورت ہے اور دوسرے کے مقابلہ میں اپنی بات رکھنے کی بھی ضرورت ہے اور اللہ پاک کو کچھ بھی ضرورت نہیں۔ پس مرض کا علاج یہ ہے کہ اس بیہودہ خیال سے توبہ کرے اور رحمت الٰہی کی حدیثیں ہمیشہ دیکھتا رہے۔ یقین ہے کہ انکے دیکھنے سے یہ نا اُمیدی جاتی رہے گی۔ اور امید پیدا ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اتنے گناہ کئے ہوں جن سے زمین بھر جائے اور وہ توبہ کرے تو خدا تعالےٰ اسکے سب گناہ معاف فرما دینگے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں کے زیادہ ہو جانے سے خدا تعالےٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیئے اسیطرح اگر کسی نے بہت بھاری گناہ کر لیا ہو اُسے بھی نا اُمید نہ ہونا چاہیئے دیکھو گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کفر ہے۔ کہ اسکے برابر کوئی دوسرا گناہ نہیں ہے پھر غور کرو کہ جس وقت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو دنیا کا کیا حال تھا سوائے چند آدمیوں کے تمام دنیا کفر سے بھری ہوئی تھی

(باقی آئندہ)

حامداً و مصلیاً و مسلماً

الربع الثانی من الدفتر الثالث من المثنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح حبیبی

نوح علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو بلانا اور اُسکا سرکشی کرنا اور کہنا کہ مین پہاڑ پر چڑھکر بچ جاؤنگا اور تمہارا احسان سر پر نہ رکھونگا

ہین بیا در کشتی بابا نشین	تا نہ گردی غرق طوفان اے مہین
گفت نے آشنا آموختم	من بجز شمع تو شمع افروختم

ہین مکن کاین موج طوفان بلاست ۔ دست و پاے آشنا امروز لاست

باد قہر ست و بلاے شمع کش ۔ جز کہ شمع حق نمی پاید خمش

گفت نے رفتم بران کوہِ بلند ۔ عاصم است آن کہ مرا از ہر گزند

ہین مکن کہ کوہ کاہ ست این زمان ۔ جز حبیب خویش را ندہد امان

گفت من کے پند تو بشنودہ ام ۔ کہ طمع کردی کہ من زین دودہ ام

۲ خوش نیامد گفت تو ہرگز مرا ۔ من بریم از تو در ہر دو سرا

ہین مکن بابا کہ روز ناز نیست ۔ مر خدا را خویشی و انباز نیست

تاکنون کردی و اندم نازکیست ۔ اندرین درگاہ کسے را ناز کیست

لم یلد لم یولد ست او از قدم ۔ نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم

ناز فرزندان کجا خواہد کشید ۔ ناز بابایان کجا خواہد شنید

نیستم مولود پیرا کم بناز ۔ نیستم والد جوانا کم گراز

نیستم شوہر نیم من شہوتی — ناز را بگذار اینجا اے ستی

جز خضوع و بندگی و اضطرار — اندرین حضرت ندارد اعتبار

گفت بابا سالہا این گفتہ — باز می گوئی بجہل آشفتہ

چند ازینہا گفتہ با ہر کسے — تا جواب سرد بشنودے بسے

این دم سرد تو در گوشم نرفت — خاصہ اکنون کہ شدم دانا و زفت

گفت بابا چہ زیان دارد اگر — بشنوی یکبار تو پند پدر ۳

ہمچنین مے گفت او پند لطیف — ہمچنین میگفت او دفع عنیف

نے پدر از نصح کنعان سیر شد — مے دمے در گوش آن ادبیر شد

اندرین گفتن بُدند و موج تیز — بر سر کنعان زد و شد ریز ریز

نوح گفت اے پادشاہ بُردبار — مر مرا خر مرد و سیلت بُرد یار

وعدہ کردے مر مرا تو بارہا — کہ بیابد اہلت از طوفان رہا

دل نہادم بر امیدت من سلیم — پس چرا بر بود سیل از من گلیم

گفت او از اہل خویشانت نبود — خود ندیدے تو سفیدے از کبود

چونکہ در دندان تو کرم اوفتاد — نیست دندان برکنش اے اوستاد

تا کہ باقی تن نگردد زار ازو — گرچہ بود آنِ تو شو بیزار ازو

گفت بیزارم ز غیرت ذات تو — غیر نبود آنکہ او شد مات تو

۴ تو ہمیدانے کہ چونم با تو من — بیست چندانم کہ باران با چمن

زندہ از تو شاد از تو عائلے — مغتذی بے واسطہ بے حائلے

متصل نے منفصل نے اے کمال — بلکہ بیچون و چگونہ ز اعتدال

ماہیانیم و تو دریائے حیات — زندہ ایم از لطف اے نیکو صفات

تو نگنجے در کنار فکرتے — نے بمعلولے قرین با علتے

پیش ازین طوفان و بعد ازین مرا — تو مخاطب بودۂ در ماجرا

با تو مے گفتم نہ با ایشان سخن
اے سخن بخش نو و آن کہن

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن
گاہ با اطلال و گاہے با دمن

روے در اطلال کردہ ظاہرا
او کرا مے گوید این مدحت کرا

شکر طوفان را کنون بگماشتے
واسطہ اطلال را برداشتے

زانکہ اطلال و لئیم و بد بدند
نے نداے نے صداے مے زدند

من چنان اطلال خواہم در خطاب
کز صدا چون کوہ واگوید جواب ۵

تا مثنے بشنوم من نام تو
عاشقم بر نام جان آرام تو

ہر نبے زان دوست دارد کوہ را
تا مثنے بشنود نام ترا

آن کہ پست مثال سنگلاخ
موش را شاید نہ ما را در مناخ

من بگویم او نگردد یار من
بے صدا ماند دم و گفتار من

بازمین آن بہ کہ ہموارش کنے
نیست ہمدم با عدم یارش کنی

گفت ای نوح ار تو خواہی جملہ را — حشر گردانم بر آرم از ثرے

بہر کنعانے دل تو نشکنم — لیکت از احوال او آگہ کنم

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا — ہم کنی غرق اگر باید ترا

ہر زمانم غرق میکن من خوشم — حکم تو جانست چون جان میکشم

ننگرم کس را و گر ہم بنگرم — او بہانہ باشد و تو منظرم

عاشق صنع توام در شکر و صبر — عاشق مصنوع کے باشم چو گبر

تفصیل قصّہ کنعان اور نوح علیہ السلام یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کنعان سے کہا کہ بیٹا تو مسلمان ہو جا اور اپنے باپ کی کشتی میں بیٹھ جا۔ تاکہ تو طوفان میں غرق ہونیسے محفوظ رہے اُس نے جواب دیا کہ نہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور نہ تمہاری کشتی کی مجھے ضرورت ہے اسلئے کہ مجھے تیرنا آتا ہے اور اس تاریکی سے نجات پانے کے لئے میرے پاس آپ کی شمع کے علاوہ ایک اور شمع ہے انھوں نے کہا بیٹا ایسا نہ کرو دیکھو یہ طوفان بلا کی موج ہے پیراک کے ہاتھ پاؤں آج بالکل کام نہیں دے سکتے یہ قہر و بلا کی آندہی ہے اسکے سامنے کوئی شمع تدبیر نہیں ٹھیر سکتی اسوقت تو صرف شمع حق اور تدبیر الٰہی ہی کی ضرورت ہے اور کوئی تدبیر مفید نہیں بس تم ایسی باتیں نہ کرو اور کہنا مان لو اس نے کہا اچھا لیجئے میں پہار پر چلد یا یہ اونچا پہاڑ مجھے بچا دے گا دیکھیں آپ کا طوفان میرا کیا کرتا ہے انھوں نے کہا بیٹا ایسی باتیں نہ کرو آج پہاڑ ایک تنکے کے برابر بے حقیقت ہے اور حق سبحانہ اپنے

محبوب کے سوا کسی کو نہ بجاوینگے اُس نے کہا کہ ابا میں نے آپکی کبھی کوئی بات مانی ہے؟
کہ آج آپ کو یہ توقع ہے کہ میں آپ کی اولاد ہون لہذا آپ کی بات مان لونگا مجھے آپکی
یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں مجھے آپ سے کوئی واسطہ نہیں آپ میری خیر خواہی نہ کیجئے
اسپر بھی شفقت پدری کا جوش فرو نہ ہوا اور فرمایا کہ دیکھو بیٹا ایسی باتیں نہ کرو کہنا مانو یہ
ناز کا وقت نہیں خدا کا نہ کوئی رشتہ دار ہے نہ شریک کہ اُسکو اسکے ارادہ سے روک
سکے اب تک تم نے ناز کیا اور میں نے اٹھایا مگر یہ وقت نازک ہے درگاہ حق سبحانہ
میں ناز نہیں چلتا۔ خیر مجھ سے تو تم پیدا ہوئے تھے اسلئے میں نے ناز برداری کی مگر
حق سبحانہ تو نہ کسی سے پیدا ہوئے نہ ان سے کوئی پیدا ہوا انکے تو نہ کبھی باپ ہوا نہ
نہ بیٹا۔ نہ چچا ایسی حالت میں نہ بیٹوں کے ناز اٹھا سکتا ہے نہ باپوں کے حکموں کو مان سکتا
ہے کیونکہ وہ بیٹا اور باپ ہی نہیں رکھتا جو اسپر ناز کرے یا حکم کرے وہ تو یہ کہتا ہے
کہ بڑے میاں آپ نخرے نہ کریں اسلئے کہ میں کسی کا بیٹا نہیں ہوں کہ باپ کی
ناز برداری کا عادی ہوکر آپ کی ناز برداری کروں اور جوان صاحب آپ بھی کان کھولکر
سُن لیں کہ میں صاحب اولاد نہیں کہ انکی ناز برداری کا عادی ہونے کے سبب آپ کی
بھی ناز برداری کروں لہذا آپ مجھ سے اینٹھیں نہیں نیز اے عورت تو بھی سُن لے کہ میں
نہ شہوت رکھتا ہون نہ میرے کوئی بیوی ہے کہ اسکی ناز برداری کے سبب تیری بھی ناز برداری
کروں پس تو ناز مت کر ہمارے یہاں کسی کا ناز نہیں چلتا یہاں تو صرف خشوع و خضوع
بندگی و بیچارگی چلتی ہے اور کوئی چیز یہاں وقعت نہیں رکھتی۔ اسپر اسنے کہا ابا جان
تم کو یہی کہتے برس گذر گئے اور کچھ بھی آپ کی نصیحت کارگر نہ ہوئی آپ بھی بڑے جاہل
ہیں کہ پھر بھی وہی باتیں کرتے ہیں آپ سوچئے تو سہی کہ آپ نے ہر شخص سے اسی قسم کی
کسقدر باتیں کی ہیں مگر اسکا نتیجہ یہی ہوا کہ آپ کو بہت مرتبہ روکھے جواب سننے پڑے
بالخصوص میں کہ آپکی غیر مؤثر نصیحت میں نے کبھی سُنی ہی نہیں پھر بھلا اب تو کیا سنونگا
کہ اب تو مجھے ہوش بھی آگئے ہیں اور نفع و نقصان کو سمجھنے بھی لگا ہوں اور بڑا بھی
ہوگیا ہوں اسپر بھی انھوں نے یہی کہا کہ میاں میں نے مانا کہ تم نے کبھی میری بات نہیں

سُنی لیکن اگر ایک مرتبہ میری بات مان لو تو کچھ حرج ہے غرض کہ وہ یونہی اسکو نرمی سے سمجھایا کئے اور وہ اسیطرح سخت جواب دیتا رہا نہ تو حضرت نوح علیہ السلام کا ہی اسکی نصیحت سے جی بھرا اور نہ اسی بدبخت نے کوئی بات مان کے دی اسی رد و کد میں تھے کہ موج آئی اور کنعان کے سر سے ٹکرائی اور وہ پاش پاش ہوگیا اسپر حضرت نوحؑ نے حضرت حق سبحانہ میں التجا کی کہ اے اللہ میرا گدہا بھی مرا اور سامان بھی رو میں بہ گیا یعنی اس طوفان میں میرا بچہ بھی مرگیا اور میں دیکھتا کا دیکھتا رہگیا آپ نے تو بارہا مجھسے وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپ کے لوگوں کو بچاؤنگا اور آپ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور اسی بنا پر مجھے امید کامل تھی کہ کنعان ہلاک نہ ہوگا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ غریب کا کمبل کیوں بہ گیا یہ میں ضرور جانتا ہوں کہ آپ کا وعدہ جھوٹا نہ تھا اور یہ میری سمجھ کی غلطی ہے مگر اسکی تفصیل دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حق سبحانہ نے جواب دیا کہ وہ تمہاری اہل میں سے نہ تھا تم کو اہل اور غیر اہل میں امتیاز نہ ہوا اور محض ظاہر کو دیکھکر تم نے اسکو اپنی اہل میں سے سمجھ لیا حالانکہ واقع میں ایسا نہیں اور تم کو اسکے بچاؤ کی فکر نہ چاہیئے دیکھو جب تمہارے دانت میں کیڑا پڑ جاتا ہے تو اب وہ دانت نہیں رہتا اور قابل انتفاع نہیں ہوتا بلکہ بجائے آرام دینے کے تکلیف دیتا ہے ایسے دانت کو دانت سمجھکر رکھنا نہیں چاہیئے بلکہ اکھیڑ ڈالنا چاہیئے تاکہ بقیہ جسم کو اس سے تکلیف نہ ہو اگرچہ وہ واقع میں تمہارا ہی جزو ہے لیکن اس سے قطع تعلق کرنا چاہیئے بس ایسا ہی کنعان کو سمجھو کہ گو وہ تمہارے اہل میں سے تھا مگر نااہل تھا لہذا اسکا ڈوبنا ہی بہتر تھا یہ حکم سنکر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بجز آپکے سب سے قطع کرتا ہوں اور یہ جو آپکے مطیعین ہیں یہ تو آپ ہی کے ہیں غیر نہیں ہیں اسلئے ان سے تعلق رکھتا ہوں اور وہ تعلق بھی آپ ہی کی وجہ سے ہے لہذا آپ ہی سے ہے آپ خود جانتے ہیں کہ مجھ کو آپ سے کیا تعلق ہے مجھکو آپ سے اس تعلق سے کہیں زیادہ تعلق ہے جو چمن کو بارش سے ہے کیونکہ چمن کو جو تعلق استفاضۂ حیات و کمالات بارش سے ہے وہ تو محض تعلق تسبب ہے اور مجھکو جو آپ سے تعلق ہے وہ حقیقی ہے بس کجا یہ کجا وہ میں آپ ہی کے ذریعہ سے زندہ ہوں آپ ہی مجھے خوش کرتے ہیں آپ ہی کا محتاج ہوں آپ ہی سے بلا واسطہ غذا حاصل کرتا ہوں

(باقی آئندہ)

(ح) سزا ہوئی۔ سب جانتے ہیں کہ قانون میں بیجک کے کھا جانے کے نام سے کوئی جرم اور اس کی سزا درج نہیں ہے مجسٹریٹ نے اس کے حکم کو دوسری دفعہ کے حکم سے نکالا دونوں میں مشابہت یہ ہے کہ اُس میں بھی سرکاری رقم کا مار لینا ہے اور اس میں بھی لہذا جو حکم اس کا ہو وہی اسکا ہونا چاہیے اسیکو قیاس کہتے ہیں (اس کی بحث آگے کتاب ہذا میں مفصل آتی ہے) غرض قیاس فقہی اور ہے اور قیاس عرفی اور۔ دونوں میں امتیاز نہ کرنے کی وجہ سے عوام اس غلطی میں پڑ جاتے ہیں کہ بعض احکام فقہی کو قیاس یعنے اٹکل پر مبنی سمجھتے ہیں اسیطرح ظن کے لفظ میں خلط اصطلاح ہو گیا ہے بعض شرعی دلیلوں کو جو ظنی کہا جاتا ہے اسکے معنے یہ ہرگز نہیں ہیں کہ محض گمان اور تخمین پر مبنی ہیں بلکہ یہ معنے ہیں کہ درجہ دوم کی دلیلیں ہیں مگر ہیں یقینی۔ جیسا کہ آجکل کے اہل سائنس کے نزدیک زمین کی حرکت بھی یقینی اور ثابت ہے اور دو اور دو ملکر چار ہونا بھی یقینی ہے مگر دونوں میں فرق ضرور ہے اس مضمون کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

الحاصل شرعی دلیلوں میں بھی دو درجے ہیں یقینی اور ظنی (بلفظ دیگر یقینی نمبر اول اور یقینی نمبر دوم) تلاش سے ثابت ہوا ہے کہ کبھی شرعی دلیل اور عقلی دلیل میں مخالفت ہو جاتی ہے۔ چونکہ دونوں میں دو دو درجے ہیں یعنے دلیل نقلی یقینی۔ دلیل نقلی ظنی۔ دلیل عقلی یقینی۔ دلیل عقلی ظنی۔ اس واسطے چار صورتیں اس مخالفت کی پیدا ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ دلیل شرعی قطعی ہو اور اسکی مخالفت دلیل عقلی قطعی سے ہو۔ دوسری یہ کہ دلیل شرعی ظنی ہو اور اسکی مخالفت دلیل عقلی ظنی سے ہو۔ تیسری یہ کہ دلیل شرعی قطعی ہو اور اُسکی مخالفت دلیل عقلی ظنی سے ہو۔ چوتھی یہ کہ دلیل شرعی ظنی ہو اور اسکی مخالفت دلیل عقلی قطعی سے ہو۔ جو لوگ دین کے بارے میں بیباک ہیں اور نام دینداری کا لیتے ہیں انھوں نے یہ کیا ہے کہ چاروں صورتوں میں ایک لفظ کتب کلام میں سے جو بعض جگہ لکھا ہے یاد کر لیا ہے کہ دلیل عقلی کو دلیل شرعی پر ترجیح ہوتی ہے

(۲) اسکا کہیں وجود نہیں نہ ہو سکتا ہے اسلئے کہ صادقین میں تعارض محال ہے
دوسرے یہ کہ دونوں ظنی ہوں وہان جمع کرنے کے لئے (دونوں کی باتیں ۱۲) گو ہر دو میں صرف عن الظاہر
کی گنجایش ہے۔ مگر لسان (زبان ۱۲) کے اس قاعدے سے کہ اصل الفاظ میں حمل
علے الظاہر (معنے ظاہری پر محمول کرنا ۱۲) ہے نقل (دلیل نقلی کو ۱۲) کو ظاہر پر رکھیں گے اور دلیل عقلی کی دلالت کو حجت نہ
سمجھیں گے۔ تیسرے یہ کہ دلیل نقلی قطعی ہو اور عقلی ظنی۔ یہان یقیناً نقلی کو مقدم رکھینگے
چوتھے یہ کہ دلیل عقلی قطعی ہو اور نقلی ظنی ہو ثبوتاً یا دلالۃً یہان عقلی کو مقدم رکھیں گے
نقلی میں تاویل کرینگے۔ پس صرف یہ ایک موقع ہے درایت (دلیل عقلی ۱۲) کی تقدیم کا روایت (دلیل نقلی ۱۲) پر
نہ یہ کہ ہر جگہ اس کا دعوےٰ یا استعمال کیا جاوے۔

شرح۔ دلیل عقلی کا مفہوم ظاہر ہے اور دلیل نقلی مخبر صادق کی خبر
کو کہتے ہیں جسکا بیان نمبر ۱ میں ہوا ہے اور تعارض کہتے ہیں دو حکموں کا ایک
دوسرے کے ساتھ اس طرح خلاف ہونا کہ ایک کے صحیح ماننے سے دوسرے
کا غلط ماننا ضروری ہو جیسے ایک شخص نے بیان کیا کہ آج زید دس بجے دن کو
دہلی کی ٹرین میں سوار ہو گیا دوسرے نے بیان کیا کہ آج گیارہ بجے زید میرے
پاس میرے مکان میں آکر بیٹھا رہا اسکو تعارض کہینگے چونکہ تعارض میں
ایک کے صحیح ہونے کے لئے دوسرے کا غلط ہونا لازم ہے اسلئے دو صحیح
دلیلوں میں کبھی تعارض نہ ہوگا اور جب دو دلیلوں میں تعارض ہوگا اگر وہ دونوں
قابل تسلیم ہیں تب تو ایک میں کچھ تاویل کریں گے یعنے اسکو اس کے ظاہری
مدلول (معنے ۱۲) سے ہٹادیں گے اور اس طور سے اسکو بھی مان لینگے اور دوسری کو
اس کے ظاہر پر رکھکر اسکو مان لینگے اور اگر ایک قابل تسلیم اور ایک غیر
قابل تسلیم ہے تو ایک کو تسلیم دوسرے کو رد کرینگے۔ مثلاً مثال مذکور میں
اگر ایک راوی معتبر دوسرا غیر معتبر ہو تو معتبر کے قول کو تسلیم اور غیر معتبر کے قول کو رد کردینگے۔

(ح) وہ ہر صورت میں دلیل عقلی ہی کو ترجیح دیتے ہیں اور خوش ہیں کہ ہم دیندار ہیں۔ کتب دینیہ پر عمل کر رہے ہیں حالانکہ نہ مطلب کتب دینیہ کا یہ ہے اور نہ عقل سلیم کے نزدیک کسیطرح یہ طریقہ صحیح ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا واقعی امر یہ ہے کہ ان چارون صورتوں میں سے صرف ایک صورت ایسی ہے جسکی نسبت کتابون میں لکھا ہے کہ دلیل عقلی کو دلیل نقلی پر ترجیح ہو سکتی ہے اسکا بیان آگے آتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ مطلقاً یہ سمجھ لینا کہ چارون صورتوں میں دلیل شرعی پر دلیل عقلی مقدم ہوتی ہے محض غلط ہے تو اب اسکے متعلق تحقیق اور قول فیصل جو ہر طرح حق اور قابل تسلیم ہے سننا چاہیئے۔ لیکن اول اس کا جان لینا ضروری ہے کہ یہاں دلیل نقلی اور عقلی کا تعارض (مخالفت) کا بیان ہے۔ اس جملہ میں تین لفظ ہیں۔ دلیل نقلی۔ دلیل عقلی تعارض۔ ان تینون کی توضیح ہو جانی چاہیئے تاکہ یہ بیان اچھی طرح سمجھ میں آسکے۔ دلیل عقلی تو ظاہر ہے کہ اسوقت یعنی دلیل نقلی کے مقابل ہونے کے وقت اُس سے مراد ہر وہ دلیل ہے جو نقل کے خلاف ہو اور اُسکے تین درجے ہو سکتے ہین۔ وہمی اور ظنی اور قطعی یعنی یقینی ان کا بیان اوپر آچکا ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ وہمی دلیل کسی درجہ میں بھی قابل التفات نہیں تو دو قسمین رہ گئیں ظنی یعنی جس سے کوئی بات گمان غالب کے مرتبہ میں ثابت ہو جائے گو کسی درجہ مین جانب مخالف کا احتمال بھی رہے جیسے آجکل کے سائنس میں زمین کا متحرک ہونا۔ اور یقینی وہ دلیل جس سے بلاشک وشبہ کوئی بات ثابت ہو۔ اور جانب مخالف کا احتمال بھی نہ رہے جیسے دن اور رات یا نفی و اثبات کا ایک وقت میں جمع ہونے کا نا ممکن ہونا یا ایک اور ایک ملکر دو ہو جانا۔ اور دلیل نقلی سے مراد مخبر صادق یعنی سچ خبر دینے والے کی خبر ہے۔ شریعت بھی اس میں داخل ہے شریعت کا سچا ہونا قطعی دلیلون سے اپنے موقعہ پر ثابت ہے علم کلام میں بہت طول طویل بحثیں مع شبہات اور جواب اور جواب الجواب کے موجود ہیں یہان اُن دلیلوں کے بیان کرنے کی اسواسطے

(ح) ضرورت نہیں کہ یہ کتاب ان شبہات کے دفعیہ کے لئے لکھی گئی ہے جو مسلمانوں کو بعض وجوہ سے پیدا ہوگئے ہیں اور مسلمان نبوت کو پہلے تسلیم کئے ہوئے ہیں ہاں اس تسلیم میں جو غلطیاں شامل ہوگئی ہیں انکا بیان اسی کتاب کے اشتباہ سوم میں آتا ہے اور تعارض کے معنی ہیں دو باتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ایسا خلاف ہونا کہ ایک کو صحیح کہیں تو دوسری کو غلط کہنا ضروری ہو جیسے ایک شخص کہے کہ اسوقت آفتاب نکلا ہوا ہے اور دوسرا کہے نکلا ہوا نہیں کہ یہ دونوں باتیں آپس میں ایسی مخالف ہیں کہ جس کو بھی صحیح کہیں تو دوسری کو غلط ماننا پڑے گا۔

دوسری مثال اسکی یہ ہے کوئی کہے کہ آج دس بجے دن کے زید میرٹھ سے دہلی کو ریل میں روانہ ہوگیا اور دوسرا کہے زید گیارہ بجے میرے پاس میرٹھ میں موجود تھا یہ دونوں خبریں متعارض ہیں کیونکہ اگر اول خبر کو صحیح مانتے ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ زید دس بجے دہلی کو روانہ ہوکر ۱۱ بجے میرٹھ میں موجود ہو اور اگر دوسری خبر کو صحیح مانتے ہیں تو یہ غلط ماننا پڑے گا کہ زید دس بجے کی ریل سے دہلی کو روانہ ہوا تھا۔

۷۶

تعارض کے متعلق عقلی قاعدہ یہ ہے کہ دو معتبر خبروں میں تعارض ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ایک واقعہ کے متعلق دو صحیح متضاد خبریں کیسے ہوسکتی ہیں اور اگر ایسا واقعہ ہو کہ ایک واقعہ کے متعلق دو خبریں ایک دوسرے کے خلاف ملیں تو یہ کرنا پڑتا ہے کہ اگر دونوں معتبر اور قابل تسلیم ہیں تو حتی الامکان دونوں کو تسلیم کرتے ہیں اس طرح کہ جسمیں گنجایش ہو اس کو کسیقدر معنی ظاہری سے پھیر کر اور کوئی توجیہ کرکے مانتے ہیں اور دوسری کو جس میں کچھ گنجایش نہیں اپنے ظاہری معنوں پر رکھتے ہیں مثلاً مثال مذکور میں ایک شخص نے کہا کہ زید دس بجے کی گاڑی سے دہلی کو روانہ ہوگیا اور دوسرے نے کہا تھا کہ گیارہ بجے زید میرے پاس موجود تہا یہ دونوں خبریں متعارض ہیں اگر ایک کو سچا مانیں تو دوسری سچی نہیں ہوسکتی اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ دونوں خبر دینے

(ح) والے معتبر اور سچے ہیں تو اس وقت میں عقل سلیم یوں حکم کرتی ہے کہ اگر دونوں خبریں کسیطرح مانی جاسکیں تو دونوں میں تطبیق کرکے مان لینا چاہیئے اور اگر اسکی کوئی صورت نہ نکل سکے تو مجبوراً ایک کو صحیح مانیں گے اور ایک کو غلط کہیں گے سو یہاں ایک صورت دونوں میں تطبیق کی نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسری خبر کسی طرح گنجایش تاویل وتوجیہ کی نہیں رکھتی اور اول خبر میں گنجایش ہے اور اُس میں ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ زید دس بجے روانہ تو بیشک ہوا لیکن ریل نہ ملی ہو یا ایک اسٹیشن جاکر لوٹ آیا ہو اور گیارہ بجے میرٹھ میں موجود ہو تو اس صورت میں دونوں خبروں کو ایک توجیہ اور تاویل کے ساتھ صحیح مان لیا گیا یہ پہلے کہدیا گیا ہے کہ تاویل جب کرنے کی ضرورت ہے کہ دونوں خبر دینے والے ایک ہی درجہ کے معتبر اور سچے اور قابل وثوق ہوں ورنہ اگر ایک خبر دینے والا مشکوک ہو تو اُسکی خبر کو رد کردینگے اور دوسری خبر کو صحیح مانیں گے۔ عدالت میں مقدمات اسی اصول پر طے ہوتے ہیں مثلاً ایک افسر ایک شخص کا چالان کرتا ہے کہ یہ گیارہ بجے دن کے فلاں جگہ ڈاکہ میں شریک تھا ملزم انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں گیارہ بجے یہاں موجود ہی نہ تھا بلکہ دس بجے کی ریل سے دہلی گیا تھا اور اسکے ثبوت میں شہادت پیش کرتا ہے گواہ کہتے ہیں کہ دس بجے کی گاڑی پر ہم نے اسکو سوار ہوتے دیکھا ہے اس واقعہ میں دو خبریں متضاد ہیں اس افسر کی خبر سے ملزم کا ڈاکہ میں شریک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور گواہوں کی خبر سے اُس کا ڈاکہ میں شریک نہ ہونا پایا جاتا ہے اور دونوں ایسی باہم مخالف ہیں کہ ایک کو سچا ماننے سے دوسرے کا جھوٹا ماننا لازم آتا ہے۔ عدالت اس میں یہ کرے گی کہ غور کرے گی کہ دونوں خبروں کے مخبر برابر درجے کے ہیں یا نہیں اگر نہیں ہیں مثلاً اُس افسر پر کسی وجہ سے یہ شبہ ہے۔ کہ بدنیت اور ظالم ہے اور پہلے سے اُسکا ظلم اور سخت گیری معلوم ہے تو اُسکی خبر کو رد کرے گی اور گواہونکی خبر کو معتبر سمجھے گی اور ملزم کو بری کرے گی اور اگر گواہ کچھ مشکوک ہیں اور انکا چال چلن

(ح) پہلے سے مشتبہ ہے اور وہ افسر نہایت معتبر اور معتمد علیہ ہے تو شہادت کو رد کرے گی اور ملزم کو سزا دے گی اور اگر دونوں معتبر ہیں اور ہر طرح قابل اعتماد ہیں کہ کسیکو جھوٹا کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے تو اب عدالت مجبور ہو گی اور بموجب قاعدہ اذا تعارضا تساقطا یعنی جب دو برابر کی چیزیں باہم متعارض ہوں تو دونوں کو نظرانداز کر دینا چاہیئے۔ کوئی حکم نہ کرے گی اور اگر دونوں میں سے کسی میں ذرا سی بھی گنجایش توجیہ (تاویل) کی پائے گی تو توجیہ کرے گی مثلاً گواہوں کی شہادت میں اس توجیہ کی گنجایش ہو سکتی ہے کہ دس بجے گواہوں نے ملزم کو ٹکٹ لیتے یا سوار ہوتے دیکھا ہو اس لحاظ سے وہ سچے ہیں لیکن ممکن ہے کہ سوار ہونے کے بعد آنکھ بچا کر وہ اتر آیا ہو اور گیارہ بجے ڈاکہ میں شریک ہو گیا ہو۔ اس توجیہ سے دونوں دلیلوں پر عمل ہو گیا اور کسی کو رد نہیں کیا گیا۔ رات دن اس قسم کے مقدمات عدالتوں میں ہوتے ہیں اور فریقین کے بیان میں صریح تعارض ہوتا ہے اور ان ہی اصول پر وہ طے کئے جاتے ہیں کہ اول دیکھا جاتا ہے کہ دونوں طرف کے ثبوت ایک ہی درجے کے ہیں یا نہیں اگر ایک درجے کے نہیں ہوتے تو ضعیف کو مرجوع اور قوی کو راجح کیا جاتا ہے اور اگر ایک درجے کے ہوتے ہیں تو غور کیا جاتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی کسی تاویل قریب یا بعید کا احتمال رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر گنجایش ہوتی ہے تو ضرور تاویل کیجاتی ہے اور اس طرح دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اور عدالت بلا وجہ کسیکو جھوٹا کہنے سے بچ جاتی ہے کیونکہ عدالت صحیح معنوں میں عدالت کہے جانے کی جبھی مستحق ہے جبکہ دونوں فریق کو ترازو کے پلوں کی طرح برابر رکھے جبتک ایک میں ذرا سی بھی کمزوری نہ پائے تو اسکو ہلکا نہ کرے جب یہ قاعدہ مسلم ہو گیا تو سمجھنا چاہیئے کہ جب دلیل نقلی اور عقلی میں مخالفت آپڑے تب بھی اسیطرح برتاؤ کرنا پڑے گا اور غور کرنا ہوگا کہ دونوں دلیلیں ایک درجہ کی ہیں یا نہیں یعنی دونوں قطعی ہیں جس میں کوئی احتمال جانب مخالف کا نہ ہو یا دونوں ظنی ہیں جنکے ظاہری معنوں میں تعارض ہے لیکن دونوں میں

(ح) کچھ گنجایش جانب مخالف کی بھی ہے۔ یا ایک قطعی ہے اور ایک ظنی۔ تو کل چار صورتیں محتمل ہوئیں۔

اوّل یہ کہ دلیل نقلی قطعی ہو جس میں کسیطرح گنجایش جانب مخالف کی نہ ہو اور دلیل عقلی بھی اسیطرح قطعی ہو۔

دوم یہ کہ دلیل نقلی بھی ظنی ہو اور دلیل عقلی بھی ظنی ہو۔

تیسرے یہ کہ دلیل نقلی قطعی ہو اور دلیل عقلی ظنی۔

چوتھے یہ کہ دلیل عقلی قطعی ہو اور دلیل نقلی ظنی ہو۔

اَب ان چاروں صورتوں کے احکام تفصیل وار سنئے۔ ان میں سے صورت اول یعنی یہ کہ دلیل شرعی قطعی مخالف ہو دلیل قطعی عقلی کے اسکا ذکر ہی فضول ہے کیونکہ یہ صورت وقوع میں نہیں آئی اور یہ دعوی کیا جاتا ہے اور علے روس الاشہاد کہا جاتا ہے کہ شریعت اسلامی کو یہ فخر حاصل ہے کہ کوئی بات اسکی جو قطعی طور پر شریعت کے نزدیک مانی ہوئی ہو دلیل عقلی قطعی کے خلاف نہیں اور قیامت تک کوئی ایک بھی ایسی بات پیش نہیں کر سکتا اور یہی دلیل ہے اس شریعت کے حق ہونے کی بخلاف دیگر مذاہب کے مثلاً موجودہ نصرانیت کہ اس میں موسئے علیہ السلام کے لئے بیٹا ہونا خدا تعالےٰ کا ثابت کیا جاتا ہے جو مستلزم ہے جزئیت کو اور جزئیت مستلزم ہے حدوث کو اور حادث خدا نہیں ہو سکتا۔ یہ دلیل عقلی قطعی کے خلاف ہے۔

تنبیہ بعض شرعی باتوں کو عوام میں خلاف عقل کہا جاتا ہے جیسے معراج شریف عذاب قبر۔ پلصراط وغیرہ حالانکہ یہ محض بے عقلی ہے یہ چیزیں خلاف عادت ہیں جسکو مستبعد کہتے ہیں خلاف عقل نہیں جیسا کہ اصل نمبر میں بیان ہو چکا اور آگے بھی آتے گا۔ اور اسکے اثبات کے لئے علماء اسلام ہر وقت طیار ہیں۔

چونکہ شریعت حقہ اسلامی میں کہیں دلیل نقلی قطعی اور دلیل عقلی قطعی میں تعارض

۷۹

(ح) نہیں ہوا اس وجہ سے اس کا تو بیان ہی چھوڑ دیا گیا۔ اور صورت دوم[2] یعنی یہ کہ دلیل نقلی بھی ظنی ہو اور دلیل عقلی بھی ظنی ہو اسکا حکم یہ ہے کہ اسوقت میں دونوں اس بات میں برابر ہیں۔ کہ جانب مخالف کا کسی درجہ میں احتمال رکھتی ہیں لیکن اسکی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ عقلی دلیل کو ترجیح دیں اور دلیل نقلی کو تاویل و توجیہ کرکے دوسرے بعید احتمال پر محمول کریں کیونکہ یہ ایک قسم کی تحریف ہے کیونکہ ہم کو جو کچھ حکم شریعت کا معلوم ہوا ہے وہ قرآن کے الفاظ یا حدیث کے الفاظ کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے اور اس صورت دوم میں وہ دلیل گو دوسرے معنے کو بھی محتمل ہے مگر برابر درجہ میں نہیں بلکہ ایک معنے قریب ہیں اور ایک بعید اور ہر زبان میں یہی طرز عمل ہے کہ حتی الامکان الفاظ کو ظاہری اور قریب معنوں پر جو معنے متبادر رکھتے ہیں محمول کرتے ہیں ہاں اگر کوئی وجہ معقول ہو۔ اور الفاظ مین گنجایش ہو تو اور بات ہے بلا اس کے کسی عبارت کے معنی قریب کا چھوڑنا ہرگز درست نہیں اور اگر ایسا کیا جاوے تو وہ اس قاعدہ فطری کے خلاف ہے جس کو کہا جا سکتا ہے کہ متکلم کے مراد کو چھوڑنا ہے اسیواسطے ہم نے اسکو تحریف کہا ہے یہ قاعدہ فطری ایسا ہے کہ دنیا کے اکثر کاروبار اسی قاعدے پر چل رہے ہیں مثلاً کوئی ریل کے اسٹیشن پر پہونچکر نوکر سے کہے ٹکٹ لے لو اور وہ اسکی تعمیل اسطرح کرے کہ ایک پیسہ کا ٹکٹ ڈاکخانہ کا خرید لے اور آقا صاحب کے ہاتھ میں دیدے تو یہ تعمیل حکم نہ ہوگی اس میں اس سے زیادہ کیا غلطی ہے کہ اُس نے ٹکٹ کے لفظ کو ظاہری معنے سے پھیر دیا کیونکہ ٹکٹ کا لفظ بوقت اسٹیشن پر ہونے کے اسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے گو ڈاک خانہ کے ٹکٹ پر بھی بولا جاتا ہے۔ جب ایک معمولی انسان کے حکم میں معنی قریب کو بدلنا بلاوجہ درست نہیں تو شریعت کے الفاظ میں جو احکم الحاکمین کے فرمودہ ہیں یہ بدلنا کیسے درست ہوگا۔ اور اگر یہ درست ہو تو شریعت کوئی چیز ہی نہیں رہے گی بلکہ جس قانون میں یہ گنجایش دیجاویگی وہ بالکل درہم برہم ہو جاویگا۔

۸۰

(باقی آیندہ)

فی کتاب النکاح من
الرسالة فمعناه ثابت
لکن لیس روایة
بالمعنی بل للمعنی وقلت
وفی ذکرها اصلہ لم
یوجد فائدتان احدٰیهما
ما فی خطبة الرسالة
من قولی عسیٰ ان یظفر
به احد وثانیتهما
الاحتیاط عن
روایة ما لم یوجد
له سند

الحدیث ابو نعیم فی الطب
النبوی من حدیث ابن عباس
ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان
یحب ان ینظر الی الخضرة
والی الماء الجاری واسناده
ضعیف **ف** فیه ان الاستمتاع
بالمباح ما لم یغل فیه
لا ینافی کمال الزهد کما
یزعمه المتقشفون +

مجکو مومن کا رنج گوارا نہیں اور اوسکو موت سے رنج ہوتا ہے) اور یہ حدیث اِس رسالہ کے کتاب النکاح میں گذر چکی ہے پس اِس روایت کا مضمون (جو کہ اصل مقصود ہے وہ) ثابت ہے لیکن اسکو روایت بالمعنی نہ کہیں گے گو للمعنی کہدیں اور نیز میں کہتا ہوں کہ ایسی روایات کے ذکر کرنے میں جنکی اصل نہیں پائی گئی دو فائدے ہیں ایک تو وہی جو اسی رسالہ کے خطبہ میں میرے اس قول میں مذکور ہے کہ شاید کسیکو وہ روایت (مع سند) ملجاوے اور دوسرا فائدہ یہ کہ اوسکی روایت سے احتیاط رکھی جاوے جتبک کہ سند ملجاوے۔

حدیث ابو نعیم نے طب نبوی میں حضرت ابن عباس کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سبزی اور آب جاری کی طرف نظر کرنے کو پسند فرماتے تھے اور اسناد اسکی ضعیف ہے **ف** اِس حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ مباح سے انتفاع جب تک کہ اوس میں غلو نکرے کمال زہد کے منافی نہیں جیسا کہ خشک لوگ سمجھتے ہیں +

۱۳۲۳

عدم التنافی بین الحظ بالطیبات وبین کمال الزهد
[illegible]

الحديث حديث فما تعارف منها ائتلف وقد تقدم فی اداب الصحبة وسياقه فيما تقدم هكذا الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف مسلم من حديث ابی هريرة والبخاری تعليقا من حديث عائشة **ف** فيه اصل لما تقرر عند القوم من اشتراط التناسب بين المفيد والمستفيد لانه هو الغرض من الحكاية +

الحديث فی الصحيحين انها (ای عائشة) قالت من حدث ان محمدا رای ربه فقد كذب والمسلم من حديث ابی ذر سالت رسول الله صلی الله عليه وسلم هل رايت

حدیث فما تعارف منہا ائتلف یہ آدابِ صحبت میں گذر چکی ہے اور اوس مقام پر اس طرح بیان کی گئی ہے۔ کہ ارواح (اپنے عالم میں) جمع کی ہوئی جماعتیں ہیں سو جن (ارواح) میں (وہاں) تعارف ہوگیا (یہاں) اونمیں باہم اُلفت ہوگی اور جن میں (وہاں) اجنبیت رہی (یہاں) اونمیں باہم اختلاف رہیگا روایت کیا اسکو مسلم نے ابوہریرہ کی حدیث سے اور بخاری نے معلقاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے **ف** اس حدیث میں اصل ہے اوس مسئلہ کی جو صوفیہ کے نزدیک مقرر ہے کہ شیخ اور طالب میں مناسبت شرط ہے کیونکہ اہم مقصود اس واقعہ کی خبر دینے سے یہی ہے۔

حدیث صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ جو شخص تجھ سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اُسنے جھوٹ بولا اور مسلم کے نزدیک ابوذر کی یہ حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپنے اپنے

اشتراط التناسب بین الشیخ والطالب
شرط ہونے مناسبت درمیان شیخ و طالب

۱۳۴

تحقیق اثبات الرویة لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم
ترجیح اثبات رویت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

ربك قال نورانی اراہ وذھب
ابن عباس واکثر العلماء الی
اثبات رویتہ لہ (قلت
واورد السیوطی فی تفسیرہ عن
مستدرك الحاکم عن ابن عباسؓ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رأیت ربی عزوجل (م)
وعائشہ لم ترو ذلك عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم (قلت فرواہ
ابن عباس عنہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولا یحتمل الحکم بالاثبات
ان یکون اجتھادا
ویحتمل النفی کونہ
بالاجتھاد بقولہ تعالیٰ
لا تدرکہ الابصار (م)
وحدیث ابی ذر قال
فیہ احمد ما زلت
لہ منکرا وقال
ابن خزیمۃ فی
القلب من صحۃ
اسنادہ شیٔ

رب کو دیکھا ہے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے میں
اوسکو کہاں دیکھ سکتا ہوں اور حضرت ابن عباسؓ
اور اکثر علماء آپ کی اثبات رویت للرب
کیطرف گئے ہیں (میں کہتا ہوں کہ جلال
سیوطی نے اپنی تفسیر (جلالین) میں مستدرک
حاکم سے وارد کیا ہے وہ ابن عباس سے
نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا میں نے اپنے رب عزّ وجل کو دیکھا
ہے (م) اور حضرت عائشہ نے اسکو (یعنی
نفی رویت کو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
نقل نہیں کیا (محض اونکی رائے ہے میں
کہتا ہوں اور ابن عباسؓ نے اثبات رویت
کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا
ہے اور حکم بالاثبات میں اس کا احتمال
نہیں کہ اجتہاد سے ہو اور نفی میں اس کا
احتمال ہے اس آیت کیوجہ سے لا تدرکہ
الابصار (م) اور ابوذر کی جو حدیث ہے
جسمیں نفی رویت مذکور ہے) امام احمد فرماتے
ہیں کہ میں اسکو ہمیشہ منکر سمجھتا رہا۔ اور
ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ قلب میں اسکی
صحت اسناد کیطرف سے کھٹک ہے

۱۳۵

معان فی روایۃ لاحمد
فی حدیث ابی ذر رایتہ
نوراً الحدیث ورجال
اسنادھا رجال الصحیح
(قلت وفی الحاشیۃ علی
مسلم عن فتح الباری
ولابن خزیمۃ عنہ
ای عن ابی ذر قال
راٰہ بقلبہ ولم یرہ
بعینہ وبھذا یتبین
مراد ابی ذر بذکرہ
النور ای ان النور
حال بین رؤیتہ
وبصرہ اھ ما فی
الحاشیۃ قلت ھذا رای
من ابی ذر یجمع بہ بین روایتی
الاثبات والنفی والجمع
فرع التعارض ولا تعارض
لتقدم النص وھو الاثبات
علی الظاھر وھو النفی ولو سلم
یمکن الجمع بوجہ اٰخر

اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ امام احمد کی ایک
روایت میں ابوذر کی حدیث میں یہ ہے
کہ میں نے اوسکو ایک نور دیکھا الحدیث (یہ
یہ صریح ہے اثبات رؤیت میں) اور اس
روایت کے سند کے رجال صحیح کے رجال
ہیں (اور کسی امام نے) اوسپر نکارت یا تردد
کا حکم نہیں کیا پس اسکو ترجیح ہوگی میں کہتا
ہوں کہ مسلم پر ایک حاشیہ میں فتح الباری سے
یہ مضمون ہے کہ ابن خزیمہ کے نزدیک
ابوذر رضہ کا یہ قول ہے کہ آپنے رب کو قلب سے
دیکھا اور آنکھ سے نہیں دیکھا اور اس سے
ابوذر کی مراد ذکر نور سے ظاہر ہوتی ہے
یعنی نور درمیان رؤیت اور بصر کے حائل
ہوگیا۔ حاشیہ ختم ہوا میں کہتا ہوں کہ یہ ابوذر
کی ایک رائے ہے جس سے اثبات ونفی
کی روایتوں کے درمیان وہ جمع کررہے
ہیں اور جمع فرع ہے تعارض کی اور تعارض
ہی نہیں کیونکہ نص اور وہ اثبات ہے ظاہر
پر اور وہ نفی ہے مقدم ہوگی۔ اور اگر
تعارض تسلیم بھی کرلیا جاوے تب بھی
دوسرے طریق پر جمع کرنا ممکن ہے۔

باقی آئندہ

پھر نیازمندانہ حاضر ہوئے اور کمال خلوص سے تخلیہ میں پیش کئے پھر دوبارہ واپس کرنے اور نوکری کو ناجائز کہنے پر ناگواری نہیں ہوئی یہ اس زمانہ کے دنیا داروں کا حال تھا (شت)

(۱۰۷) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مفتی صدر الدین خانصاحب نے شاہ عبد الغنی صاحب کے یہاں سے کچھ کتابیں مستعار منگائیں شاہ صاحب نے بھیجدیں جلدیں شکستہ تھیں مفتی صاحب نے واپسی کے وقت نئی جلدیں بندھوا کر واپس فرمادیں جب شاہ صاحب کے پاس کتابیں پہنچیں شاہ صاحب نے جلدیں توڑ کر مفتی صاحب کے پاس واپس فرمادیں اور کہلا بھیجا کہ ہمارے وہی پرانے پٹھے بھیجدو۔

حاشیہ حکایت (۱۰۷) قولہ احقر نے یہ حکایت حضرت مولانا گنگوہی سے اس اضافہ کے ساتھ سنی ہے کہ جناب مفتی صاحب نے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ یہ جلدیں اپنی تنخواہ سے بھی نہیں بنوائیں بلکہ اپنے بزرگوں کے ترکہ سے بنوائی ہیں حضرت شاہ صاحب نے مولانا گنگوہی سے فرمایا کہ جب مفتی صاحب ایسا کہتے ہیں تو پھر کیوں شبہ کیا جاوے مولانا نے عرض کیا ہاں حضرت پھر کیوں شبہ کیا جاوے اسکے کچھ دیر بعد اُن جلدوں کو توڑ ڈالا اور فرمایا دل قبول نہیں کرتا (شت)

(۱۰۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خانصاحب بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحب پکے غیر مقلد ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے ایک مرتبہ کسی جلسہ میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسیقدر نواب صاحب ڈھیلے ہو جائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین صاحب اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جاوے میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خانصاحب تک بھی پہونچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی مولوی نذیر حسین صاحب تو سُنکر ناراض ہوئے مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھیرا ہوا تھا میرے پاس تشریف لائے اور آکر میرے پاؤں پہ عمامہ ڈالدیا اور پاؤں پکڑلئے اور رونے لگے اور فرمایا بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے تم مجھے بتلا دو میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اسکے کچھ نہ بن پڑا کہ میں جھوٹ بولوں لہذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح

۲۲۱

جھوٹ میں نے صرف اسی روز بولا تھا) اور کہا کہ حضرت آپ میرے بزرگ ہیں میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا آپ سے کسی نے غلط کہا ہے غرض میں نے بمشکل انکے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا یہ قصہ بیان کرکے خانصاحب نے فرمایا کہ جب مولانا نے یہ قصہ بیان فرمایا اسوقت بھی آپکی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۸) قولہ یاؤں پر ایک تولہ مجھے بتلادو **اقول** کیا انتہا ہے اس للہیت کی۔ ایسے بزرگ پر کب گمان ہو سکتا ہے کہ نفسانیت سے مناظرہ کرتے ہوں **قولہ** جھوٹ بولا **اقول** چونکہ اسمیں کسیکا ضرر نہ تھا اسلئے اباحت کا حکم کیا جاوے گا (**شت**)

(۱۰۹) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب بیان فرماتے تھے کہ میں نواب قطب الدین خانصاحب کی خدمت میں ہفتہ میں ایک مرتبہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ نواب صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب ایک ہفتہ کا فراق تو بہت ہے میں نے ہفتہ میں دو مرتبہ جانا شروع کر دیا پھر فرمایا کہ حاجی صاحب چار دن کا فراق تو بہت ہے میں نے تیسرے دن جانا شروع کر دیا پھر فرمایا کہ ایک دن کا فراق بھی بہت ہے اسپر میں نے روز جانا شروع کر دیا ایک روز فرمانے لگے کہ حاجی صاحب میں شاہ اسحق صاحب سے بھی بیعت ہوں اور مولوی محمد یعقوب صاحب سے بھی۔ مگر میں ہمیشہ اعمال مسنونہ ماثورہ ہی میں مشغول رہا اور تصوف کی طرف مجھے کبھی توجہ نہیں ہوئی اسوقت وہ حضرات تو ہیں نہیں اور میں بڈھا ہو گیا ہوں اب مجھ سے محنت بھی نہیں ہو سکتی آپ مجھے کوئی ایسا کام تبلادیں جو میں کر لیا کروں میں تو خاموش رہا اتفاق سے اسوقت مولوی محمد یعقوب صاحب کے داماد مرزا امیر بیگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کثرت سے استغفار پڑھا کیجئے یہ سنکر نواب صاحب خاموش ہو گئے۔

۲۲۲

حاشیہ حکایت (۱۰۹) قولہ آپ مجھے کوئی ایسا کام **اقول** ایسے اکابر کا حضرت حاجی صاحب کو شیخ سمجھنا تھوڑی بات نہیں **قولہ** مرزا امیر بیگ الخ **اقول** میں نے بھی اپنے والد صاحب مرحوم کے ہمراہ مکہ معظمہ میں انکی زیارت کی ہے (**شت**)

(۱۱۰) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی محمود دہلی اور نواب محمود علیخان
سے سُنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے زمانہ میں ایک انگریز پادری
دلی میں آیا یہ بہت قابل اور لسّان اور مشہور پادری تھا اسنے دلی میں عام طور پر علماء کو مناظرہ
کی دعوت دی اسوقت کے مولوی جو خاندان عزیزی کے مخالف تھے انکو شاہ اسحٰق صاحب سے
بہت کاوشس تھی انھوں نے اس پادری کو پٹی پڑ ہائی کہ تم شاہ اسحٰق صاحب سے خاص طور
پر مناظرہ کی درخواست کرو چونکہ شاہ صاحب بہت سیدھے اور بہت کم گو تھے اور زبان
میں لکنت تھی اسلئے ان کو خیال تھا کہ یہ لسّان پادری شاہ صاحب کو ضرور مات دیگا اور انکو
ذلت ہوگی اس پادری نے شاہ صاحب کو دعوت مناظرہ دی شاہ صاحب نے بے تکلف
منظور فرمالی اسپر شاہ صاحب کے دوستوں کو بہت خیال ہوا مولوی فریدالدین صاحب
جو مراد آباد کے رہنے والے اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور نواب رشیدالدین خانصاحب کے
اچھے شاگردوں میں اور نہایت ذہین آدمی تھے اور مولوی محمد یعقوب صاحب ان دونوں نے
شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ مناظرہ نہ فرمائیں آپ ہم کو اپنا وکیل بنادیں شاہ صاحب نے
فرمایا کہ اُسنے مجھی کو دعوت دی ہے میں ہی مناظرہ کرونگا وکیل بنانے کی ضرورت نہیں۔
بادشاہ بھی شاہ صاحب کا مخالف تھا قلعہ میں مناظرہ کی ٹھیری جب مناظرہ کا وقت آیا اُس
وقت سب لوگ قلعہ میں پہونچ گئے اور مجلس مناظرہ منعقد ہوئی خدا کی قدرت جب وہ پادری
شاہ صاحب کے سامنے آیا تو اُسکے جسم پر لرزہ پڑگیا اور حواس باختہ ہوگئے اور ایک
حرف بھی زبان سے نہ نکال سکا جب کچھ دیر ہوگئی تو شاہ صاحب نے اس پادری سے
فرمایا کہ آپ کچھ فرمائینگے یا میں ہی عرض کروں اس نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں شاہ صاحب
نے خوب زور و شور کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کے بطلان کے دلائل
بیان فرمائے وہ پادری ساکت محض تھا نہ اس نے آپ کی تقریر پر کچھ خدشہ کیا اور نہ
اپنی طرف سے کوئی سوال کیا جب تمام لوگوں پر اس پادری کا عجز ظاہر ہوگیا تب آپ نے
ان مخالف مولویوں کی طرف جنھوں نے اس پادری کو ابھارا تھا متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہمارے
خاندان کا قاعدہ رہا ہے کہ وہ تفسیر سے پہلے تورات و انجیل و زبور پڑھا دیا کرتے تھے

۲۲۳

کیونکہ بغیر ان کتابوں پر عبور ہوئے قرآن شریف کا لطف نہیں آتا اسی قاعدے کے مطابق مجھے بھی یہ کتابیں پڑھائی گئی تھیں اور اس لئے میں عیسائی مذہب سے ناواقف نہیں ہوں اور فرماکر فرمایا کہ اگر اسحٰق کو شکست اور ذلت ہوتی تو کچھ بات نہ تھی کیونکہ مجھے علم کا دعویٰ ہی کب ہے لیکن اسلام تو تمہارا بھی تھا اس سے تمام مخالفین پر پانی پڑ گیا اور مناظرہ ختم ہوگیا

حاشیہ حکایت (۱۱۰) **قولہ** اس پادری کو پٹی پڑھائی **اقول** خدا بُرا کرے عناد کا کہ یہ بھی احساس نہ رہا کہ ہمارا یہ فعل کفر کی تائید ہے اور اسلام کا اضرار (**شت**)

(۱۱۱) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب جب مدرسہ سے کہیں تشریف لیجاتے تو دریافت کرتے کہ اسوقت مدرسہ میں کون ہے اگر خدام کہتے کہ حضور فلاں ہے تو فرماتے خیر اور اگر کہدیتے کہ میاں اسحٰق ہیں تو فرماتے کہ مدرسہ کی حفاظت کا انتظام کردو اسحٰق کے بھروسہ نہ رہو اسباب تو اسباب اگر کوئی مدرسہ کی دیواریں اٹھاکر لیجاتے گا تب بھی اسے خبر نہ ہوگی۔

۲۲۴

حاشیہ حکایت (۱۱۱) **قولہ** تب بھی اسے خبر نہ ہوگی **اقول** یہ استغراق فطری تھا (**شت**)

(۱۱۲) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب کے ایک لڑکا تھا جس کا نام سلیمان تھا شاہ صاحب کی کنیت ابوسلیمان اسی کی وجہ سے ہے شاہ عبدالعزیز صاحب کی عادت ٹہلنے کی تھی آپ خدام کے ساتھ ٹہل رہے تھے ایک خادم کی گود میں میاں سلیمان تھے ایک موقعہ پر جھول پڑی ہوئی تھی اور عورتیں جھول رہی تھیں جب ان عورتوں نے میاں سلیمان کو دیکھا تو انھوں نے اس خادم سے کہا کہ میاں کو ہمیں دیدو ہم جھلائینگے خادم نے دینا چاہا مگر سلیمان نہیں گئے عورتوں نے ہرچند اصرار کیا مگر وہ نہیں گئے جب شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ میاں سلیمان کو عورتیں جھلانے کے لئے لیتی تھیں مگر وہ نہیں گئے تو انھوں نے فرمایا کیوں جاتا اسحٰق کا بیٹا ہے۔

(باقی آئندہ)

نیز بغویؒ نے بطریق یوسف بن ماجشون بیان کیا ہے۔

ادرکت مشیختنا ابن المنکدر وربیعۃ و صالح بن کیسان وعثمان بن محمد لا یشکون ان ابا بکر اول القوم اسلاماً (اصابہ جلد رابع صفحہ ۱۰۳)

(یوسف بن ماجشون نے کہا) میں نے اپنے مشائخ ابن منکدر، ربیعہ، صالح بن کیسان، عثمان بن محمد کو اس بارہ میں شک کرتے ہوئے نہیں پایا کہ ابو بکرؓ قوم میں سب سے پہلے اسلام لائے۔

فرات بن سائب نے میمون بن مہران سے پوچھا کہ آپکے نزدیک حضرت علیؓ افضل ہیں یا حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ میں ایسے زمانہ تک زندہ رہونگا کہ جسمین ان دونون حضرات کے موازنہ کرنے کا وقت آجائے دونون بہتر اور دونوں اسلام کے سردار تھے پھر دریافت کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ نے جواب دیا ابو بکرؓ بحیرہ راہب کے زمانہ مین اسلام لاچکے تھے حالانکہ حضرت علیؓ اسوقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے چنانچہ ابن حجرؒ نے اصابہ میں تحریر فرمایا ہے۔

وقال میمون بن مھران لقد آمن ابو بکر بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم فی زمن بحیرا الراھب واختلف بلینہ وبین خدیجۃ حتی تزوجھا وذلک قبل ان یولد علی (اصابہ جلد رابع صفحہ ۱۰۴)

میمون بن مہران نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بحیرا راہب کے زمانہ میں ایمان لائے اور آپ کے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اختلاف کیا گیا ہے حتیٰ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ سے نکاح کیا اور یہ حضرت علیؓ کی پیدائش سے پہلے ہوا۔

جریری ابو نضرۃ سے روایت کرتے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت علیؓ سے ایک واقعہ میں فرمایا کہ "میں تم سے پہلے اسلام لایا" اسکا کسی نے انکار نہیں کیا (کتاب الاستیعاب جلد ا صفحہ ۳۴۰)

بعضوں نے کہا ہے آپ تمام صحابہ اور تابعین وغیرہم سے پہلے ایمان لائے بلکہ بعضوں نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ کی سبقت اسلام پر اجماع ہے چنانچہ ابو محجن ثقفی نے یہ اشعار نظم کئے ہیں۔

وسمیت صدیقاً وکل مھاجر ✦ سواک یسمی باسمہ غیر منکر

(ای ابوبکر!) آپکا نام صدیق رکھا گیا اور آپکے علاوہ اور مہاجرین اپنے اپنے نام کو وہی بری نہیں پکارے جاتے

سبقت الی الاسلام واللہ شاھد ✦ وکنت جلیساً فی العریش المشھر

آپ نے اسلام کی طرف سبقت کی اسکا اللہ شاہد ہے اور آپ عریش میں نبی کے ہم نشین تھے

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے اول حضرت علیؓ اسلام لائے بعض قائل ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ پہلے ایمان لائیں ان اقوال کی تطبیق اسطرح ہے کہ مردون میں اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ لڑکون میں حضرت علیؓ عورتون مین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں یہ توجیح سب سے اوّل امامنا الاعظم وہمامنا الافخم رئیس المستبطین راس المجتہدین سید التابعین ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

حوادثات جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اسلام لانیکے بعد پیش آئے

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تین برس تک نہایت رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کرنے کا حکم رہا اسکے بعد باریتعالیٰ عزاسمہ نے یہ آیت کریمہ ۲۲

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (حجر) | آپکو جو حکم دیا گیا ہے اسکو صاف صاف سُنا دیجئے اور مشرکین کی پروا نہ کیجئے

نازل فرمائی اور نیز حکم ہوا۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (شعراء) | اور (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے خاندان والونکو (عذاب الٰہی سے) ڈرایئے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھکر[1] باواز بلند پکارا "یا معشر القریش!" (ای جماعت قریش) اس آواز پر تھوڑی ہی دیر میں صفا کے چارونطرف لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہون کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آرہا ہے تو کیا تم کو یقین آئیگا؟ سب نے کہا "ہان کیونکہ تم کو ہمیشہ سے ہم نے سچ بولتے دیکھا ہے" آپ نے فرمایا تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر سخت عذاب نازل ہوگا یہ سُنکر حاضرین ہنس پڑے کوئی ترش رو ہوا، کسی نے قہقہہ مارا ابولہب ازلی بدبخت آپ کا چچا بہت برہم ہوا اور جواب دیا کہ۔

[1] عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی قومی یا ملکی مشکل رونما ہوتی تو ہی خواہ قوم کسی اونچے مقام پر چڑھکر چیختا، چلاتا اور لوگو کو آواز بلند پکار کر یکجا جمع کرتا جو کچھ کہنا سُننا ہوتا کہدیا کرتا تھا اسی عام رواج کے موافق سید نار سول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی تبلیغ کا فرض ادا کرنے کے لئے لوگون کو جمع کیا ۱۲ منہ۔

تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا دَعَوْتَنَا	اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تم ہلاک ہوگیا اسی واسطے تم نے ہم کو بلایا تھا ؟

یہ کہکر سب چلدیے۔ چندروز کے بعد آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ خاندان کے لوگوں کی دعوت کریں تمام خاندان عبد المطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہ، ابو طالب، عباس، وغیرہم سب لوگ شریک تھے جسوقت سب مہمان کھانے سے فارغ ہوچکے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر فرمایا "میں نہیں جانتا کہ عرب میں کوئی آدمی اپنی قوم کے لئے اس چیز سے بڑھکر تحفہ لایا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں اس میں شک نہیں کہ مین تمہارے لئے وہ چیز لیکر آیا ہوں جو دین اور دُنیا دونوں کی کفیل ہے خدائے تعالٰے نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اسکی طرف بلاؤں اب تم لوگون میں سے اس بارعظیم کے اُٹھانے میں کون میری مدد کریگا تمام مجلس میں سناٹا چھا گیا دفعۃً حضرت علیؓ آگے بڑہے اور انھون نے کہا "گو مجھ کو آشوب چشم ہے گو میری ٹانگیں پتلی ہیں، اور گو میں سب سے کم عمر ہون تاہم میں آپکا ساتھ دونگا" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گردن پکڑکے ارشاد فرمایا "تمہاری جماعت میں یہ میرا بھائی ہے اسکی بات مانو اور اسکی اطاعت کو واجب جانو" یہ کلام سُننے کے بعد ازلی بدبخت ابو لہب قہقہہ مارتا ہوا اُٹھا اور یہ کہکر لو ابو طالب! "تمہارے بھتیجے صاحب تم کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے بیٹے کی اطاعت و فرمانبرداری کیجئے" واپس چلا گیا دوسرے لوگون نے بھی اسکا ساتھ دیا اور حق بات کا مذاق اڑانا شروع کیا مگر انکے اس حقارت آمیز برتاؤ نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارادون میں کوئی کمزوری نہ آنے دی اور نہ ان کو اپنی قوم سے علیحدہ ہوجانے کی ترغیب دی ؎

نہ کچھ شوخی چلی باد صبا کی ٭ بگڑنے یہ بھی زلف انکی بنا کی

بلکہ بجائے اسکے کہ وہ ڈر کر اور پہلو بچا کر یہیں تک بس کرتے اور خموش بیٹھے رہتے انھون نے دل کھولکر، کمر ہمت باندھکر برسر عام بتون کو بُرا کہنا اور رضائے قدوس کا علی الاعلان یہ فرمان عالی شان۔

اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ۔	تم اور جن چیزون کی بجز اللہ تعالٰے کے تم پرستش کرتے ہو سب دوزخ کا ایندہن ہونگے۔

۲۲۳

ضروری اطلاع

رسالہ الہادی کے خریداروں کو جو رعایت سے

کتب دیجاتی تھی وہ موقوف۔ کیونکہ یہ رعایت اس خیال

سے دیجاتی تھی کہ اس سے اشاعت پر اثر پڑے گا۔

مگر یہ بالکل غلط ثابت ہوا۔

لہذا ربیع الثانی تک رعایت رہیگی اسکے بعد بالکل نہین

دیجاویگی۔ اگر کوئی صاحب اس وجہ سے خریدار ہون۔ تو

آئندہ سال انکو اختیار ہے ؞

(مدیر)